ڈاکٹر محمد حمید اللہ

کی فقہی و تقابلی سیرت نگاری کا اسلوب

خطبات سندھ کا

اختصاصی مطالعہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق، تخریج و تعلیق

ڈاکٹر عبد الغفار
صدر شعبہ علوم اسلامیہ و ڈائریکٹر سیرت چیئر
یونیورسٹی آف اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی فقہی و تقابلی سیرت نگاری کا اسلوب

خطبات سندھ کا اختصاصی مطالعہ

تحقیق، تخریج و تعلیق

ڈاکٹر عبد الغفار

ڈائریکٹر سیرت چیئر

سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر: یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی فقہی و تقابلی سیرت نگاری کا اسلوب خطبات سندھ کا اختصاصی مطالعہ

موئلف:

ڈاکٹر عبد الغفار

ڈائریکٹر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ 0300-4881087

ترتیب وتزئین: حافظ انتظار احمد 0306-4245048

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ وسیرت النبی ﷺ

یونیورسٹی آف اوکاڑہ۔ معاون ایڈیٹر ریسرچ جنرل الاضواء،

پنجاب یونیورسٹی لاہور

ISBN۔ 978-627-7710-07-1

زیر اہتمام: شعبہ علوم اسلامیہ وسیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

سال طباعت: 2023ء/1444ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

علوم اسلامیہ کی تاریخ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ (19 فروری 1908ء تا 17 دسمبر 2002ء) کا شمار زعماء اسلام اور نابغہ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے، آپ کثیر الجہات، کثیر التصانیف ہر لحاظ سے خاص امتیازات رکھتے تھے آپ کی تحقیقات علمیہ 165 سے زائد کتب اور ایک ہزار مقالات جو علوم کی متنوع جہات پر منظر عام پر آئیں پر مشتمل ہے۔ مختلف زبانوں میں تراجم قرآن مجید، "القرآن فی کل لسان" آثارِ قدیم کی مدد سے متون حدیث کے ذخائر کی تلاش خصوصاً صحیفہ ہمام بن منبہ اور فقہ اسلامی پر کام کیا، گویا انہوں نے Islamization of Knowledge کا اہم کام سر انجام دیا اور مسلم فکر کو متنوّع اور نئی جہات سے متعارف کروایا ہے آپ کی کتاب The Muslim Conduct of state بین الاقوامی قانون "السیّر" بین الاقوام تعلقات پر نمایاں ہے، اسی موضوع پر علامہ ابن قیمؒ کے مخطوط "احکام اہل الذمہ" کو ایڈٹ اور شائع کرنے کا کارنامہ بھی آپ نے سر انجام دیا امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام حسن بن الشیبانیؒ کی تحقیقاتِ علمیہ کو نئے آہنگ و اسلوب کے ساتھ نسل نو کو منتقل کیا، مصادر سیرت کے ابتدائی مسوّدات میں سے سیرت ابن اسحاق، الواقدی المغازی، کتاب الردّہ، میثاق مدینہ کے متون کی تلاش و ایڈٹ اور شائع کرنے کا فریضہ بھی سر انجام دیا اور اطلاق سیرت کے خدوخال کو نمایاں کیا، علوم سیرت کی نشاۃ و وتدوین کا روحانی و ثقافتی سفر جن ذرائع و مسائل کی مدد سے آگے بڑھا۔ ان میں تصنیفات، مواعظ، دروس، تقاریر، تراجم، مراسلات، خطوط، کتب پر حواشی و تعلیقات، تخریج، تحقیق کے ساتھ اہم روایت "خطبات" کی بھی ہے جس طرح برصغیر پاک و ہند میں، علامہ سیّد سلیمان ندوی کے خُطباتِ مدراس، مارماڈیوک پکتھال کے The cultural side of Islam، علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال کے "Reconstruction of Religious thoughts in Islam" مولانا ابو الکلام آزاد، سید ابو الاعلیٰ مودودی کے خطبات، پروفیسر سید ابو بکر غزنوی کے خطبات وغیرہ، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی کی محاضرات سیریل، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خطبات بہاولپور، مذکورہ خطبات سندھ، جو کہ خطبات بہاولپور کا ہی تسلسل ہے جو ڈاکٹر صاحب کی تعلیمی و تدریسی زندگی کے مطالعات تحقیقات کا نچوڑ ہیں جس میں انہوں نے سیرتی روایت علمی کو نئی جہات سے متعارف کروایا ہے اور سرزمین سندھ کے علمی، روحانی، دینی و مذہبی، ثقافتی، تہذیبی تعلقات کو دیارِ حرمین و حجاز سے اس طرح ملایا ہے کہ تحقیقات کے نئے افق سامنے آتے ہیں اور روحانی و قلبی وجدان کو جلاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتی ہے، یہ دراصل ڈاکٹر صاحبؒ کے وہ دو خطبات ہیں جو انہوں نے شعبہ سندھالوجی جامعہ سندھ میں اور بلدیہ حیدر آباد میں ارشاد فرمائے بعد ازاں قاضی شوکت علی قریشی کی کاوش سے 2011ء/1432ھ میں اشاعت پذیر ہوئے اور ان خطبات کو ادارہ کتب خانہ حضرت قاضی غلام محمد صاحب پہلی بار بالا قدیم ٹیاری کی طرف سے شائع کیا گیا، ان خطبات سے سیرت طیبہ ﷺ کے عالمگیریت کے پہلو پر علمی و تحقیقی انداز و اسلوب سے تحقیقات پیش کی گئی ہیں اور سیرت طیبہ ﷺ کے روحانیات کے پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ دیگر مذاہب و ادیان کے ماننے والوں کیلئے بھی روحانی عطر میسر آتا ہے۔ بڑی خوش آئند بات ہے کہ ان خطبات کو نئے آہنگ و پیرائے کے ساتھ ڈاکٹر عبد الغفار نے پیش کیا ہے جو ڈائریکٹر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ ہیں اور مطالعہ سیرت طیبہ ﷺ پر خاص دسترس رکھتے ہیں، مطالعات ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ پر گراں قدر خدمات سرانجام دے چکے ہیں خصوصاً "خطبات بہاولپور" کی تحقیق و تخریج، تعلیقات و حواشی ان کا نمایاں کارنامہ ہے جس سے خطبات کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔

خطبات سندھ کو بھی سیرۃ رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ اور شعبہ مطالعات ادیان و تہذیب و ثقافت یونیورسٹی آف سندھ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ میں اس اشاعت پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے تمام انسانیت کے لیے فائدہ مند بنائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز
چیئرمین شعبہ تقابل ادیان و اسلامک کلچر
یونیورسٹی آف سندھ جام شورو، سندھ پاکستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (19 فروری 1908ء۔17 دسمبر 2002ء) کا شمار اسلامی تاریخ کے ایسے علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے علوم اسلامیہ کی مختلف میادین میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور وہ اس صف میں علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، ابونصر الفارابی، امام غزالی، شاہ ولی اللہ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسی نابغہ روزگار شخصیات میں شامل ہیں۔ ان کی وسیع علمی، تحقیقی خدمات ہیں جن میں 165 کتب اور تقریباً ایک ہزار تخلیقی مقالات جو مختلف اور متنوّع موضوعات پر شائع کیے گئے خصوصاً سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اور آپ کی تعلیمات سے ہو اور اُس پر ڈاکٹر صاحب نے تحریر نہ فرمایا ہو۔ عالم، محقّق، مؤرخ اور سیرت نگار کی حیثیت سے اُن کا شمار اب امت کے بلند پایہ اسلاف میں ہوتا ہے۔ سیرت سے ان کی وابستگی کا عَالَم یہ تھا کہ ان کی تحقیقی خدمات پر حکومت پاکستان نے بیس لاکھ کی رقم بطور ایوارڈ دی تو انھوں نے یہ رقم سیرت کے موضوع پر کتب و تحقیقات کیلئے ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کو بطور عطیہ پیش کر دی۔

ڈاکٹر صاحب کے بقول اُن کا پہلا مضمون جولائی 1924ء کو ہفت روزہ "نونہال" لاہور میں "مدراس کی سیر" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کے بعد ایسا سلسلہ شروع ہوا جو تادم زندگی جاری رہا۔ ان کے پاس تاریخی ترتیب کے ساتھ ان مضامین اور کتب کی فہرست موجود تھی۔ جو انہوں نے ساری زندگی شائع کیے۔

ایمان کی حرارت ہے تصانیف میں ان کی۔ بیمار دماغوں کے مسیحا نظر آئے۔
وہ ایسے مجاہد ہیں جو لڑتے ہیں قلم سے ملت پر جہاں جہل کا غلبہ نظر آئے۔

ڈاکٹر صاحب کو قومی و بین الاقوامی بائیس زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں سے اہم اردو، عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، روسی، حیدرآبادی ہیں۔

مستقل طور پر چھے زبانوں میں آپ کی کتب شائع ہو چکی ہیں، ڈاکٹر صاحب کی تصانیف مختلف افراد کے تراجم کے ساتھ 30 زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ جس میں مذکورہ زبانوں کے علاوہ ملیالم، چینی، جاپانی شامل ہیں۔ ان کی علمی مصروفیات کا دائرہ کافی وسیع تھا قرآن، حدیث، فقہ سیرت نبوی، تاریخ اسلام ان کا کثیر الجہتی (Multidimensional) مطالعہ وکام تھا۔ سب سے پہلے قرآن مجید کے متعلق آپ کے تحقیقی و علمی کام کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآنی خدمات:

قرآن مجید کی خدمت کے سلسلہ میں سب سے اہم فرانسیسی زبان میں ترجمہ وتفسیر قرآن ہے انھوں نے یہ ترجمہ صفر 1377ھ 1957ء میں شروع کیا اور صرف 18 ماہ میں 20 صفر 1378ء جو 1958ء میں مکمل کر دیا۔ اس ترجمہ کی وجہ سے مغرب میں اسلام کی ترویج وفہم کی پیش رفت ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر ملنے والی رقم یہاں کی اسلامی انجمن مرکز ثقافتِ اسلامی کو دے دی۔

تفصیلات کے لیے: قرآن حکیم کے فرانسیسی ترجے بنام معارف 6/84 ص 466؛ تراجم قرآن مجید تازہ بتازہ نو بنو، معارف اعظم گڑھ نومبر 1988ء، ص 279) کی طرف مراجعت ضروری ہے۔

یہ ترجمہ فرانس کے علاوہ افریقہ کے فرانسیسی بولنے والے افراد میں غیر معمولی طور پر مقبول ہے اس ترجمہ قران مجید کے صفحہ اول پر عنوان ہے۔ "القرآن المجید مع معانیه وما لفرنسیسة نقله وحشاه "۔ محمد حمید الله، لمساعدة اور اسے دو رنگوں میں (Scientific method) کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ ترجمہ الگ رنگ میں ہے اور تفسیری حواشی الگ رنگ میں ہیں۔

فرانسیسی زبان میں اس ترجمہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انگریزی زبان میں عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ کو حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس ترجمہ کے دوران بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے یہاں تک کہ عربی زبان میں قرآن مجید میں ویلتا، یا وَیلتنا اور یاوَیلَنا تین سیاقوں میں یہ تین الفاظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں۔ اس پر غور و فکر کر کے فرانسیسی زبان میں لکھا ہے۔

مختلف آیات کی تفسیر:

ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کی آیات پر غور و فکر کے بعد اپنے علمی نکات کو شائع کروایا مثلا سورہ قریش کی تفسیر، ماہنامہ البلاغ کراچی میں۔ المائدہ آیت 91 کی تفسیر "الحق"، سورۃ یس 80۔ سورۃ الصّٰفّٰت 103 وغیرہ۔

اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے جرمن زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا حالانکہ جرمن زبان میں اس سے پہلے بھی تراجم موجود تھے۔ خصوصاً ڈاکٹر صاحب نے خود لکھا ہے۔ پہلے ترجمہ مشہور جرمن مصلح پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر (Martian Lother) ولادت 10 نومبر 1483ء نے کیا۔ ورلڈ ببلوگرافی کے مطابق 14 مکمل اور 19 نامکمل تراجم موجود تھے ان تمام تراجم کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے جرمن زبان میں ترجمہ شروع کیا جو کہ سورہ الانعام تک ہو سکا۔ اس کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ڈاکٹر صاحب کا اسلوب سامنے آ سکے۔ انگریزی زبان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ترجمہ کرنے کا ذکر جناب لطف الرحمن نے کیا ہے۔ اسی طرح القرآن المجید مصحف جناب عثمان غنیؓ معکوس نسخہ سمرقند کو ایڈٹ کر کے شائع کر دیا۔ "القرآن فی کل لسان" کے نام سے ببلوگرافی تیار کی جس میں اقوام عالم میں مختلف زبانوں میں پائے جانے والے تراجم قرآن کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس کام کو کرنے کی تحریک اس طرح پیدا ہوئی۔

اصل میں جب ڈاکٹر صاحب کے سامنے انجیل پر تیار کردہ کتابیات Gospal in many (Tongues) جو سات سو زبانوں پر مشتمل ہے سامنے آئی تو آپ تڑپ اٹھے اور ارادہ کر لیا کہ قرآن مجید کا ہم پر یہ حق ہے ہم یہ کام کریں اسی دوران حیدر آباد میں ابو محمد مصلح نے تحریک قرآن مجید کے عنوان سے تحریک اٹھائی آپ نے اس انجمن سے وابستہ ہو کر "القرآن فی کل لسان" جو کہ 23 زبانوں پر مشتمل تھی۔ 1945ء میں شائع کی آپ مسلسل اس کام پر لگے رہے 1947ء میں جب اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تو 67 زبانوں کے تراجم کے احوال معلوم ہو چکے تھے اور 1988ء تک مکمل تراجم قرآن مجید آپ کے پاس موجود تھے۔ اسی سلسلے کو ترکی کے ادارہ World Bibliography of Translation of the meanings of the Holy Quran Printed Translations 1515-1980)

جیسے بعض عربی سلطنتوں اور ترکی کی حکومت نے استنبول میں قائم کیا جو اسلامی فنون ولطیفہ اور ثقافت پر تحقیقاتی کام کرتا ہے اس کے ناظم الاعلیٰ ڈاکٹر اکمل الدین اوغلو تھے جس فہرست کا قبل ازیں ذکر کیا گیا اس کو شائع کیا 1555ء تا 1980ء اس میں 880 صفحات ہیں قلمی اور نسخے اس کے علاوہ ہیں۔ اس میں 28 زبانوں کا مواد موجود ہے اور 1988ء تک یہ چھیالیس زبانوں تک پہنچ چکا تھا۔

تراجم قرآن مجید تازہ بتازہ نو بنو موقر رسالہ معارف دسمبر 1959ء میں قرآن مجید کے فرانسیسی تراجم کی فہرست شائع کی اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطالعہ قرآن پر مزید معلومات کیلئے معارف اسلامی جلد 2 شمارہ 2022ء جولائی 2003ء تا جون 2004ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے شائع شدہ مضامین ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی قرآنی خدمات از ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، قرآن مجید کے تراجمہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ اسی طرح فکر و نظر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نمبر جلد 4041 اپریل ستمبر 2003ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت دین کے حوالہ سے بھی آپ کا اہم کردار رہا اپنی تصنیفی خدمات کے ذریعے انھوں نے اہل مغرب کے سامنے اسلام کی حقیقی اور صحیح تصویر پیش کی آپ کی اہم کتاب Introduction of Islam اسی طرح دوسری کتاب: Daily life of Muslim, Islam of General Picture

جس میں دین اسلام، تہذیب و ثقافت اقدار و روایات، عقائد و عبادات کی مکمل تفصیلات پیش کی ہیں۔

علوم حدیث پر خدمات:

علم حدیث میں بھی ڈاکٹر صاحب کی نمایاں خدمات ہیں جن میں سے نمایاں تُراث علمی کی تلاش ہے کیونکہ آپ حجّیت حدیث کے اس قدر قائل تھے بلکہ اُسے علم و تحقیقی طور پر ثابت کرنا چاہتے تھے اور اصول حدیث میں روایت و درایت کو تسلیم کرنے والے اور خدمات محدثین کے زبردست حامی تھے ڈاکٹر صاحب نے علوم حدیث کی خدمت کیلئے تصنیف و تالیف کی کتب کی تحقیق و مراجعت، تحقیق و ترجمہ، کتب کے مقدمات اور آرٹیکلز لکھے۔ انٹرنیشنل سطح پر یونیورسٹیز میں لیکچرز دیتے، ان سب میں سے اہم مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ۔ آپ نے اس پر 1935ء میں پیرس سے ڈاکٹریٹ حاصل کی اور فرانسیسی زبان میں اسے شائع کیا۔ اس سال عربی زبان میں اس کا یڈیشن شائع کیا۔ اس کام کا بنیادی مقصد مستشرقین کا وہ بنیادی اعتراض تھا کہ عہد نبوی ﷺ میں لکھا نہیں جاتا تھا، عہد رسالت کی 387 تحریروں کو جمع کر کے خصوصاً، مکتوبات، جوابات، فرامین معاہدات، دعوت نامے عمال کی تقرّری آراضی کی تقسیم کے خطوط، عطیات امان نامہ، وصیت نامے صلح نامے وغیرہ پر مشتمل اور پھر اس کے لیے قدیم ماخذوں تک زبانوں پر واقفیت حاصل کرنا۔ باریک بینی سے تجزیے و مشاہدات کرنا یہ آپ کا ہی خاصا تھا اور پھر یہ ثابت کرنا کہ احادیث تحریری طور پر عہد نبوی ﷺ میں موجود تھیں اور منکرین حدیث کا یہ اعتراض قطعی طور پر بے بنیاد اور تاریخی اعتبار سے جاہلیت پر مبنی ہے کہ احادیث کی تدوین تیسری صدی ہجری کی عجمی سازش ہے، اسی طرح "اشاریہ و تصحیح تراجم صحیح بخاری" ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کام کیا ہے۔ مگر اس کی تلاش ایک اہم کار نامہ ہو گا اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بوسکائی کے ترجمہ جو انھوں نے صحیح بخاری کا کیا تھا اُس کی تصحیح کی ہے۔ اسی سلسلہ کا اہم کارنامہ الصحیفۃ الصحیحہ "موسوم بہ "صحیفہ ہمام بن منبہ 101ھ 1933ء برلین WB 1384ھ۔ 1797ء سے نسخہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاش کیا پھر اسے ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کلکتہ یونیورسٹی سے جن کا تعلق تھا انھوں نے کتب خانہ ظاہریہ دمشق سے ایک نسخہ تلاش کیا تھا تقابل کر کے صحیفہ ہمام بن منبہ کو ایڈٹ کیا اور اس کے آغاز میں حدیث نبوی ﷺ کی تدوین و حفاظت کے حوالے سے انتہائی عالمانہ، مؤرخانہ، محققانہ مقدمہ و دیباچہ تحریر فرمایا، یہ صحیفہ دمشق کی عربی اکادمی نے اپنے رسالہ مجلۃ المجمع العلمی العربی 1953ء/1332ھ کے چار نمبرز میں اقساط کے طور پر شائع کیا بعد ازاں اسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس میں کل 138 احادیث ہیں 91 صحیحین 23 دونوں میں 25 صرف بخاری اور 43 صحیح مسلم اور یہ سارا صحیفہ مسند احمد بن حنبل میں بھی موجود ہے۔

اس کے اردو ترجمہ کے علاوہ ترکی فرانسیسی، انگریزی تراجم بھی موجود ہیں۔ اس قدیم ترین مجموعہ حدیث کی دریافت نے اور پھر اس پر تخریج و تحقیق نے مستشرقین کی تحقیقات کو توڑ کر رکھ دیا ہے اور اُن کے منہ پر تاریخی طمانچہ رسید کیا ہے۔ ان کی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ متُون حدیث کے سلسلہ میں قدیم ترین مآخذ حدیث کے حوالہ سے سیرت ابن اسحاق 151ھ جو کہ مفقود تھا آپ نے اس کے ذریعے 500 کے قریب احادیث کے قدیم ترین مآخذ کی دریافت سے یہ ثابت کر دیا کہ 151ھ میں امام ابن اسحاقؒ کی وفات ہوئی اس سے قبل یہ تحریری صورت میں موجود تھا ان 500 احادیث کو بھی بعد ازاں جو مصادر تشکیل پائے ان میں تخریج و تحقیق کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ اس پر کام جاری ہے جلد ہی اللہ کی توفیق سے اشاعت پذیر ہو گا۔

اسی طرح انساب الاشراف احمد بن یحییٰ المعروف البلاذری 279ھ کی تصنیف کی تحقیق کا کام بھی آپ نے کیا گو کہ سیرت النبی ﷺ کی کتاب ہے اصلاً سیرت حدیث کی ہی ایک قسم ہے اس اعتبار سے اس کا تعلق حدیث سے بھی ہے۔ اس کو تلاش کرنا بھی حدیث ہی کی خدمت ہے اس کو تلاش کرنے کا بھی بنیادی مقصد منکرین حدیث اور فکرِ استشراق کا جواب تھا کہ یہ عجمی سازش نہیں بلکہ اسانید کے محکم سلسلہ کے ساتھ مروی روایات کو ہی انھوں نے تحریری مجموعوں کی شکل دی ہے۔

کتاب السرد والفرد فی صحائف الأخبار و نسخها المنقولة عن سید المرسلین ابوالخیر احمد بن اسماعیل القزوینی 590ھ کی اس تالیف کا مخطوطہ ڈاکٹر صاحب نے مکتبہ سلیمانیہ استنبول سے تلاش کیا اور تحقیق کے ساتھ انگریزی ترجمہ کے ساتھ پاکستان ہجرہ کونسل اسلام آباد سے 1411ھ / 1961ء میں شائع ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ڈاکٹر صاحب بنیادی طور پر قانون دان تھے انھوں نے روایتی تعلیم کے بعد آغاز ہی میں جامعہ عثمانیہ سے ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کی تھی 1935ء جرمنی اور بون یونیورسٹی سے اِسلام کے بین الاقوامی تعلقات کے موضوع پر محققانہ مقالہ لکھ کر ڈی فل کی ڈگری حاصل کی 1936ء میں سورلون یونیورسٹی فرانس سے عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہؓ میں اسلامی سفارت کاری کے موضوع پر مقالہ لکھا اور ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی اسی "قانون بین الممالک" پر ہی آپ نے گراں قدر تصانیف پیش کیں۔ اور حیدر آباد واپسی پر جامعہ عثمانیہ میں قانون بین الممالک ہی کے استاذ مقرر ہوئے اور برصغیر کی کئی جامعات میں شعبہ قانون کا آغاز کروایا گویا برصغیر میں اس فن کے آپ بانی ہیں۔ آپ نے تدریس کے ساتھ طلباء کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع کی پہلی کتاب "قانون بین الممالک اصول اور نظیریں" تالیف کی۔ جو کہ تین ابواب اور مقدمہ پر مشتمل ہے دوملکوں کے درمیان تعلیمات کے حوالہ سے عام طور پر تین نوعیات ہوتی ہیں۔ عالمانہ مخاصمانہ۔ غیر جانبدرانہ ان تینوں نوعیتوں کے مباحث اس میں پیش کیے گئے ہیں۔

اسی طرح مستشرق ارنسٹ نے فرانسیسی زبان میں کتاب لکھی تھی آپ نے "جدید قانون بین الممالک کا آغاز" کے عنوان سے اردو ترجمہ کیا جسے جامعہ عثمانیہ نے 1945ء میں شائع کیا، اسی فن پر unesco یونیسکو نے ایک منصوبہ بنایا کہ اس فن پر سب سے قدیم کتاب امام سرخسی کی "السیر الکبیر" اس کی اہمیت کے پیش نظر اُسے فرانسیسی میں منتقل کیا جائے ڈاکٹر صاحب نے ہی یہ فریضہ سرانجام دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد تو اس موضوع کی اہمیت اور بڑھ گئی۔

الوثائق السیاسیۃ جس کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا اُس کا تعلق بھی براہ راست اسی فن پر ہے۔ (تفصیل کیلئے معارف اسلامی مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ص 293 ملاحظ فرمائیں۔)

متقدمین میں سے حافظ ابن قیم نے اس موضوع پر اہم کام کیا ہے۔ "احکام اھل الذمّہ" جو کہ ڈاکٹر صبحی صالح کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ڈاکٹر صاحب نے اس پر معرکۃ الآراء مقدمہ لکھا جس سے ان کی بین الاقوامی قانون پر مہارت ثابت ہوتی ہے۔

انگریزی میں Muslim conduct of State ہے جس میں قانون بین الممالک کی حقیقت عام قوانین میں اس کا مقام، اسلام کے اصول اور اس کے بنیادی سرچشموں سے بحث کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انگریزی ہی میں دوسری کتاب First written constitution in the world ہے۔ڈاکٹر صاحب نے میثاق مدینہ پر بحث کرتے ہوئے اسے پہلا تحریری عالمی دستور قرار دیا۔

مدینہ منورہ کو پہلی کثیر قومی ونسلی اور مذہبی وفاقی حکومت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔اس سلسلہ کی ایک اور انگریزی کتاب:The Prophet's establishing a State ہے۔جسے پاکستان ہجرہ کونسل نے شائع کیا۔ڈاکٹر این اے بلوچ نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بین الاقوامی قانون کے بہت بڑے شناور تھے۔ آپ نے مسلم فقہاء کو بین الاقوامی قانون کے موجد اول قرار دیا اور اسلامی بین الاقوامی قانون کو حالت امن، جنگ، اور حالتِ غیر جانبداری کے عنوانات سے ساتھ پیش کیا۔تفصیل کے لیے فکر و نظر خصوصی نمبر جلد4 مقالہ ڈاکٹر محمد ضیاء الحق۔ بین الاقوامی اسلامی قانون،ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے تناظر میں اور ڈاکٹر محمد طاہر منصوری کا مقالہ اسلامی قانون بین الاقوام کی تشکیل جدید میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص387 مفید رہے گا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی مکمل کتب، تصانیف و مقالات کی فہرست کے لیے فکر و نظر جلد 40، 2003ء خصوصی اشاعت ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص 595 کی طرف مراجعت ضروری ہے۔

درج بالا سطور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی علمی خدمات کا دائرہ قرآنِ مجید، حدیثِ مبارکہ، سیرت النبیؐ، تاریخ اور بین الاقوامی قوانین کے مباحث پر محیط تھا کم و بیش ان میں سے ہر میدان میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مقالات اور تصانیف کی بڑی تعداد موجود ہے تاہم ان کی علوم میں تخصص حاصل پر ہونے پر دلیل خطبہ نمبر9 ابن ماجہ کی روایت سے استدلال ہے۔ آپ کی سب سے زیادہ دلچسپی اور تحقیقات سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر رہی۔ اور خطبات بہاولپور جن کی تخریج و تحقیق اور تعلیق پر یہ ابتدائی سطور لکھی جارہی ہیں ضروری ہے کہ آپ کی فقہ السیرۃ[1] جو خاص

---

[1] فقہ السیرۃ: سیرۃ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کے حالات وواقعات،ما أضيف الى النبی ﷺ من قولٍ أو فعلٍ أو تقريرٍ أو وصف، خَلقِي أو خُلقِي، اور فقہ سے مراد گہری سوجھ بوجھ ہے، فقہ السیرۃ سے مراد سیرت کے واقعات کی گہری بصیرت اور سمجھ بوجھ ہے۔ اصطلاحی طور پر فقہ السیرۃ سے مراد ایسا علم ہے جو سیرت سے اخذ شدہ شرعی احکام پر دلالت کرتا ہے اور انہیں علمی سطح پر منضبط کرتا ہے۔"زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از ابن قیم"، فقہ السیرۃ از رمضان البوطی، فقہ السیرۃ زید بن عبد الکریم ہی اُسلوب ہے سیرت سے حاصل شدہ احکام و مسائل کو مختلف ناموں کے ساتھ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ہی کا خاصہ تھا اس حوالہ سے جو انہوں نے تحقیقات پیش کی ہیں بطور مقدمہ ان کا بھی ذکر ہو جائے تاکہ خطبات کے مضامین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ڈاکٹر صاحب نے خطبات بہاولپور کے علاوہ بھی خطبات دیئے ان میں سے خطبات سیرت طیبہ ﷺ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں دیئے گئے سیرت طیبہ پر 6 چھ خطبات ان شاء اللہ جلد ہی اُن کو بھی تحقیق، تخریج، تعلیق کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ راقم اس پر بھی الحمد للہ کام کر رہا ہے۔

خطبات سندھ، جامع سندھ جامشورو میں دیئے گئے دو خطبات اُن کا تعلق بھی براہ راست سیرت طیبہؐ سے ہے۔ الحمد للہ تحقیق، تخریج و تعلیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی
۲۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی
۳۔ عہد ﷺ کے میدان جنگ
۴۔ دنیا کا پہلا تحریری دستور
۵۔ محمد رسول اللہ ﷺ (فرانسیسی زبان میں)
۶۔ خطباتِ بہاولپور
۷۔ مجموعہ الوثائق السیاسۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ

ان مستقل کتب کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں علمی مقالات ہیں جو دنیا کے معروف علمی مجلات میں شائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریرات سے متعلق جو بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ موصوف اپنے مطالعہ اور تحقیق کو جدید تحقیقات سے ہم آہنگ (Up-date) رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر

دُروس، حکم و نکات، وَقفات، مطالب، تاملات، دراسۃ تحلیلیۃ، نتائج و عبر، الفقہ والغریب، الفوائد وغیرہ قدیم فقہاء کرام خصوصاً ابن حبان بستی نے کتاب الثقات ابن رشد کے دادا کی کتاب الجامع، قاضی عیاض کی الشفاء ابن القیم کی زاد المعاد میں سیرت نبوی ﷺ کو فقہی اور اصولی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمید اللہ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ روایتی اسلوب میں نہیں کرتے، بلکہ اپنے مطالعات کو عصر حاضر سے تطبیق دیتے تھے، دوسرے لفظوں میں وہ سیرت النبی ﷺ کی عصری اہمیت کو اجاگر کرتے تھے۔ وہ اپنی بصیرت و حکمت سے سیرت النبی ﷺ میں غوّاصی کرتے اور نادر و نایاب دُرّبے بہا نکال کر امت کے سامنے پیش کرتے۔ ان کے مطالعے اور اجتہاد کا یہی وہ پہلو ہے جس سے وہ اپنے معاصرین میں منفرد و ممتاز نظر آتے ہیں۔ اس سے بلاشبہ کئی تفرّدات نے بھی جنم لیا اور اہل علم نے ان کی آراء سے اختلاف بھی کیا مگر یہی علم و تحقیق کا زیور ہے۔ انہی وجوہات کی بناء ڈاکٹر محمود احمد غازی (م:2010ء) نے ڈاکٹر حمید اللہ کو مجدّدِ سیرت کا خطاب دیا ہے۔

اگرچہ اکثر و بیشتر سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کی حالاتِ زندگی بیان کی ہے یا سیرت کے کسی پہلو پر قلم اٹھایا ہے مگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مطالعہ سیرت کی اہمیت، اس کی وُسعت اور مطالعہ کا منہج متعارف کرایا ہے۔ چناں چہ اپنی کئی کتابوں میں پہلا عنوان ہی یہ رکھا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کس لئے کیا جائے؟ خصوصاً جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں دیا گیا پہلا خطبہ[1] اس ضمن میں ڈاکٹر موصوف نے تین طبقات کے لئے مطالعہ سیرت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

مسلمانوں کے لئے، غیر مسلموں کے لئے اور ہر انسان کے لئے۔ مسلمانوں کے لئے تو اس لئے ضروری ہے کہ عقیدہ کی رُوح سے رسول اکرم ﷺ کے ہر قول و فعل پر نہ صرف ایمان لانا ضروری ہے بلکہ اس پر عمل کرنا بھی ایمانیات کا حصہ ہے۔"قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ"[2] قرآن مجید کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں۔ کتاب الایمان صحیح بخاری میں ہے "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"[3] غیر مسلموں کے لئے مطالعہ ٔسیرت کی اہمیت یوں عیاں ہے کہ دنیا میں بے شمار بڑے لوگ فاتحین و سیاست دان وغیرہ

[1] یہ خطبات، خطبات حیدر آباد بھی ان شاء اللہ جلد ہی راقم کی تحقیق، تخریج و تعلیق کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

[2] آل عمران:31

[3] صحیح بخاری، کتاب الایمان، بَاب حُبُّ الرَّسُولِ ﷺ مِنَ الإِيمَانِ، حدیث 15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے دس سال کے قلیل عرصہ میں ایک مملکت قائم فرمادی۔ ایسے میں ایک انقلاب آفریں شخصیت کا مطالعہ نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔ تا کہ اس کے کارنامے دنیا کے مدّبرین کے مقابلہ میں دیکھے جا سکیں۔ ہر ایک کے لئے مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ آپ کی بعثت خاص نہیں بلکہ عام ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا[1] اور آپ کو رحمۃ للعلمین بنایا گیا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [2]۔ اور آپ کی شخصیت کو سب کے لئے اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[3] اس وجہ سے آپ کی ذات میں انسان رہنمائی کے لئے کئی پہلو مثلاً بطور منتظم، سپہ سالار اور اخلاق معلم وغیرہ کے جمع ہیں۔ ان سب کا مطالعہ ہر انسان کی ضرورت ہے۔

اسی رجحان کو بعد میں متعدد سیرت نگاروں نے آگے بڑھایا ہے۔

بالعموم سیرت نگار غزوات نبوی ﷺ کا مطالعہ سرسری انداز میں کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس میدان میں بھی غور و فکر کے نئے زاویئے متعارف کرائے ہیں۔ اگرچہ ان کی تمام کتب میں رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور حکمت عملی پر تبصرے موجود ہیں مگر اس موضوع پر بہ طور خاص "عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ" مرتب کی ہے۔ اردو زبان کے علاوہ انگریزی، جرمن اور فرانسیسی میں بھی، مذکورہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس موضوع پر ایک اجتہادی بصیرت اور مومنانہ فراست کی کمال درجہ کی کاوش ہے۔ جس نے جغرافیہ جنگ اور فنِ حربیات کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے خود بہ نفس نفیس ان مقامات کا مشاہدہ کیا۔ فریقین کے راستوں کا تعین کیا۔ بعض جگہوں کی از سر نو پیمائش کی، اور ان مقامات کے نقشے فراہم

---

[1] سبا:28

[2] الانبیاء:107

[3] الاحزاب:21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کئے۔ اس طرح ''الحرب خدعۃ'' کی جن صورتوں اور جنگی اصولوں کا استنباط کیا ہے وہ اسی ''مجددِ سیرت'' کا حصہ ہے۔ ان میں سے چند پہلوؤں کو نکات کی صورت میں تحریر کیا جاتا ہے:

۱۔ غزوۂ احزاب کے بعد مکہ میں قحط پڑا۔ رسول اللہ ﷺ کا غلہ اور پانچ سو اشرفیوں سے اہل مکہ کی مدد کی یہ سب چیزیں ابو سفیان کو بطور رئیس مکہ دی گئیں۔

۲۔ جنگی کاروائیوں میں انتہا درجے کی راز داری اور اسکے مطابق حکمت عملی اختیار کرنا۔

۳۔ فوجی مشاورت، ہر اہم موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت اور صائب رائے کو اختیار کرنا۔

۴۔ صلح حدیبیہ میں سفارت کاری کے لئے حضرت عمر فاروقؓ کی جگہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب کرنا۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ دوران جنگ بھی صلح اور معاہدات کی کوشش کرتے تھے۔

۶۔ زمانہ امن کی طرح جنگ میں بھی اطاعت یعنی بیعت کا اصول اپنانا جیسے صلح حدیبیہ میں بیعتِ رضوان۔

۷۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں اس وقت صلح کی غرض سے آیا ہوں اس لئے مکہ والے جو بھی مانگیں گے وہ دینے کے لئے تیار ہوں۔

۸۔ مکہ مکرمہ پر حملہ کے وقت انتہا درجے کی رازداری اختیار کرنا کہ خود ساتھ چلنے والوں کو بھی معلوم نہیں کہ کہاں جارہے ہیں۔

۹۔ جانی دشمن کو معافی دینا اور فتح مکہ کے بعد عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر نامزد کر دینا۔

غیر مسلموں سے متعلق، اسلامی ریاست کا رویہ کیا ہونا چاہیے اور ان سے علمی استفادہ کس حد تک ممکن ہے؟ اس بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے دلچسپ استنباطات کئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: غیر مسلموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ قرآن مجید میں عجیب و غریب اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دی جائے حتیٰ کہ نہ صرف عبادات وہ اپنی طرز پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی جج کے ذریعے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے مقدمات کا فیصلہ کرواسکتے ہیں۔ کامل داخلی خود مختاری کا قرآن مجید میں کئی آیات میں ذکر ہے۔ جن میں سے ایک آیت بہت واضح ہے۔ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ[1] یعنی انجیل والوں کو چاہیے کہ اس چیز پر عمل کریں جو اللہ نے انجیل میں اتاری ہے۔ ان احکام کے تحت عہد نبوی ﷺ ہی میں قومی خود مختاری ساری آبادی کو مل گئی تھی۔ جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادت، قانونی، معاملات اور دیگر امور ہیں مکمل طور پر آزاد تھے۔ اسی طرح دوسری ملت کے لوگوں کو بھی آزادی تھی۔

دوسرے، علوم کے حصول اور غیر مسلموں سے استفادہ کی بابت لکھتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے اپنے ایک خاص کاتب وحی، حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ تم عبرانی رسم الخط سیکھو، کیونکہ مجھے آئے دن یہودیوں سے خط وکتابت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اگر ایسی تحریروں کو میں یہودیوں سے پڑھوا کر سنوں تو مجھے ان پر اعتبار نہیں۔ اس لئے تم خود سیکھ لو دوسرے لفظوں میں اجنبی زبانوں کو سیکھنے اور سکھانے کی طرف رسول اکرم ﷺ نے توجہ فرمائی۔ دوسری زبانوں کے سیکھنے سے سیاسی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور علمی فوائد بھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سابقہ کتابوں کے مطالعہ پر گہری نظر ڈالی ہے جس سے ان کے مطالعہ ادیان وفرق پر بھی دسترس ثابت ہوتی ہے اور کئی دلچسپ پہلو سامنے لائے ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی کتاب اتھروید میں آنے والے کا نام نری شنساہ (جس کی توصیف کی گئی) بتایا گیا۔ وہ ایک گاڑی پر سوار ہو گا جسے اونٹ کھینچ رہے ہوں گے اور وہ اس قدر تیزی سے کھینچ رہے ہوں گے جیسا کہ آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہوں، ہندو مت کی ایک اور معتبر کتاب "وشنوپران" کے باب نمبر ۲۴ میں کہا گیا ہے کہ جب ویدوں (سچے علم کی کتاب) کی تعلیمات اور

---

[1] المائدہ:47

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانونی اداروں کے اختیارات ختم ہو کر رہ جائیں گے اور تاریک دور کا انجام قریب ہو گا تو خدا کا آخری او تار ایک جنگجو کے روپ میں آئے گا۔ وہ سنبلہ دب (ریت کا جزیرہ) کے ایک مکرم و معظم خاندان میں پیدا ہو گا۔ اس کے والد کا نام وشنو مایا نویا (اللہ کا بندہ) اور والدہ کا نام سومتی (قابل اعتماد) ہو گا۔

اسی طرح بدھ مت میں گوتم کی ایک پشین گوئی کی بابت لکھا ہے۔ یہ ایک تجسس آمیز بات ہے کہ گوتم بدھ نے بھی کہا تھا کہ اس نے مذہب کی تکمیل نہیں کی بلکہ متیریا (Mytria) یا متیا یعنی سب پر رحمت کرنے والا آنا باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو رؤف و رحیم کہا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔[1]

کسی بھی مقام اور چیز کو محترم اور مقدس سمجھنے کا تصور صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں بھی ملتی ہیں۔ لکھتے ہیں "یہ ایک نیم مذہبی، نیم سیاسی مفہوم رکھتی ہے۔ اور اس کا رواج اسلام کے پہلے ہی سے، نہ صرف عرب کے مختلف مقامات پر بلکہ فلسطین اور یونان وغیرہ میں بھی ملتا ہے۔ اس کا مذہبی مفہوم یہ تھا کہ وہاں کی ہر چیز کو ایک تقدس حاصل ہے، وہاں کے چرند، پرند کا شکار نہ کیا جائے، وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور خون ریزی نہ کی جائے اور وہاں آنے والوں کو دوران قیام امن اور پناہ میں سمجھا جائے خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو۔ حرم کا سیاسی مفہوم یہ تھا کہ وہ اس شہری مملکت کے حدود کا تعین کرتا تھا۔ مکے کی حدود عہد ابراہیمی سے چلے آتے ہیں۔ فتح مکہ ۸ھ میں حدود حرم کی تجدید بھی کرائی گئی صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو روانہ کیا تھا کہ حرم مدینہ کے حدود پر ستون نصب کر دیں"۔[2]

رسول اکرم ﷺ نے بحیثیت قائد مکہ مکرمہ اور سپہ سالار ابوسفیان کا بطور خاص اعزاز واکرام کیا اس کی وجہ ڈاکٹر حمید اللہ نے بڑی دلچسپ بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

[1] التوبہ:128

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینہ، باب مدینہ کے حرم کا بیان، حدیث 1867

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مکہ مکرمہ میں شریف النفس معززین کی کمی نہیں ہوتی۔ جب کبھی آوارہ لڑکے (بڑوں کے بہکاوے میں آکر) گلیوں میں سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کرتے۔ آپ ﷺ پر پتھر وغیرہ پھینکتے۔ اس وقت اگر آپ ﷺ ابو سفیان کے گھر قریب ہوتے تو آپ ﷺ اس گھر میں پناہ حاصل کرتے تھے۔ ابو سفیان لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے بھگا دیتے۔ جب آوارہ لڑکے بھاگ جاتے تو خاتم النبین حضرت محمد ﷺ اپنی منزل کی طرف چل پڑتے"۔ [1]

حضرت فاطمہؓ کے حوالہ سے بھی اس طرح کا ایک واقعہ درج کیا ہے، لکھتے ہیں:

"ایک دن بزدل، کمینے ابو جہل نے سردار الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی کم سن بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو ان سے گستاخانہ برتاؤ کیا کہ آپ ابو جہل کو بدعا دیئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اس پر ابو جہل نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رخسار مبارک پر اس قدر زور دار تھپڑ مارا کہ آپ رونے لگیں۔ ابو سفیان ادھر سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے بچی کے رونے کی وجہ دریافت کی۔ یہ ماجرا سن کر ابو سفیان بچی کو بازو سے تھام کر سیدھا ابو جہل کے پاس گئے اور اس کے دونوں ہاتھ قابو کر لئے پھر انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ ابو جہل کے منہ پر تھپڑ مار کر اپنا بدلہ لے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو جہل کو تھپڑ مارا اور مسکراتی ہوئی گھر لوٹ آئیں۔ فطری سی بات ہے جب آپ ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ابو سفیان کے ممنون ہوئے۔" [2]

Globalization عالمگیریت کی وجہ سے ترقی ہوئی جس کی وجہ سے اصطلاحات میں بھی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سیرت النبی ﷺ کی تفہیم کے لئے ان اصطلاحات کا استعمال اپنی تحریروں میں جا بجا کیا ہے۔ چند اصطلاحات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

---

[1] من دخل دار أبي سفيان فهو آمن ومن أغلق عليه داره فهو آمن ومن دخل المسجد فهو آمن قال فتفرق الناس إلى دورهم وإلى المسجد(أبو داود، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، باب مَا جَاءَ فِي خَبَرِ مَكَّةَ، حديث3021۔ 3022) **طبقات ابن سعد**،2/226؛ منہاج السنہ از ابن تیمیہ،1/214؛ الامتاع الاسماع لمقریزی، ص217

[2] الامتاع الاسماع لمقریزی، ص217؛ طبقات ابن سعد،2/226؛ منہاج السنہ از ابن تیمیہ،1/214

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

First Written Constitution in the world, City State of Makkah, Suffa: Residential University, Miltry Intelligence, Military Department, Budgeting and Taxation in the life of the Prophet, Civil Administration.

اگرچہ اصطلاحات کے حوالہ سے بعض لوگ یہ اعتراضات بھی اٹھا سکتے ہیں کہ ڈاکٹر موصوف مغربی اور جدید اصطلاحات سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ تاہم اس حوالہ سے یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ ڈاکٹر موصوف برس ہا برس سے یورپ (فرانس) میں مقیم رہے ہیں۔ اور تحریر و گفتگو کا محاورہ بھی انہی زبانوں میں ہو چکا ہے جو ایک فطری امر ہے۔ تاہم دور جدید میں ان اصطلاحات سے واقف ہیں اور بہت جلد ان تصوّرات سے وہ آگاہ ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے فقہ السیرۃ کے اسلوب میں یہ امر بھی بڑا دلچسپ ہے کہ آپ سیرت النبی کے بعض نادر پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بعد ازاں ان سے استنباط بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

1۔ احابیش[1]، مشرکین مکہ کے حلیف تھے، ان کے بارے میں لکھتے ہیں، قریبی علاقہ کے اتحادیوں خصوصاً احابیش نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ ان احابیش کو مکہ والوں سے کوئی نسبت نہیں تھی بلکہ ان کا تعلق عرب قبیلہ بنو کنعان سے تھا۔ احابیش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر عزم کیا تھا کہ وہ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں اس وقت تک یک جان رہیں گے جب تک رات تاریک اور دن روشن رہے گا اور جب تک حبیش کا پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ اس حبیش پہاڑ کی نسبت سے یہ لوگ احابیش کہلاتے ہیں۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کا بیعتِ عقبہ میں قبائل کے رہنما مقرر کرنا۔ اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے ان بارہ آدمیوں کو جو بارہ مختلف قبیلوں کے نمائندے تھے اپنی طرف سے ان

---

[1] اس سے مراد بعض غیر قریشی قبائل کا ایک مجموعہ تھا جو مکہ مکرمہ کے باہر آباد تھا قبیلہ قریش سے ان کا معاہدہ تھا۔ ان کا سردار ابن الدغنہ قبیلہ قریش میں اثر رسوخ رکھتا تھا۔ یہ لوگ احابیش کہلاتے تھے مکہ کے باشندے تھے لیکن قریش میں شامل نہیں تھے۔ (ڈاکٹر محمود احمد غازی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبیلوں میں نائب یا سردار مامور کیا۔ اس میں ایک طرف تو ہمیں نظر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت میں تنظیم تھی اور مسلمانوں میں ایک مرکزی نظام پیدا کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ان کو رسول اللہ ﷺ نامزد کرتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے ماتحت تھے جو کسی کو نامزد کرتا ہے وہ اس کو معزول بھی کر سکتا ہے"۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی سیرت نگاری میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے سیرت کے عملی اور انتظامی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے بالخصوص ایک ریاست میں جن قوانین اور اصولوں کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ ان کی عمل رہنمائی سیرت النبی ﷺ سے حاصل کی جائے۔ اس حوالہ سے چند اُمور کی طرف اشارہ ناگزیر ہو گا۔

۱۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مدینہ میں مہاجرین کی ایک بڑی تعداد وارد ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی آبادکاری اور مقامی باشندوں سے تعاون کے لئے متعدد اقدامات کیے۔ ان میں ایک مواخات بھی تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ رقم طراز ہیں۔ "رسول اللہ ﷺ نے مکی مہاجرین کی فلاح و امداد کے لئے ایک اجلاس عام بلایا۔ جس میں آپ نے تجویز دی کہ مدینہ منورہ کے برسرروزگار اور بحیثیت مسلمان ایک ایک مکی (مہاجر مسلمان) کو اپنا بھائی بنالیں اور دونوں بھائیوں کی طرح وراثت میں بھی حصہ دار ہوں۔ رسول رحمت کی تجویز سے سب متفق ہو گئے اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مواخات قائم فرمائی۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے مسلم اور غیر مسلم باشندوں کا ایک اجلاس عام اپنے ذاتی ملازم حضرت انسؓ کے والد کے گھر پر طلب کیا۔ امام بخاریؒ کے مطابق اس اجلاس میں حضرت محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے تجویز دی کہ مدینہ کے باشندوں کے اندرونی جھگڑوں کے خاتمہ اور کسی بیرونی حملہ آور کی حوصلہ شکنی کے لئے مدینہ منورہ کے علاقہ میں ایک شہری ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی شکل کنفڈریشن کی ہو جس میں تمام یونٹوں کو وسیع خود مختاری حاصل ہو گی۔ نیز یہ کہ سربراہ ریاست کو جنگ یا امن کے دوران کسی مہم کی خاطر افراد کے قطعی انتخاب کا اختیار حاصل ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نے مقامی اور بیرونی افراد سے متعدد معاہدے کئے۔ ان معاہدوں کا مقصد حقوق و فرائض کا تعیّن اور داخل و خارجہ امن تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں۔ "ان معاہدوں کے ذریعے خاتم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے اسلامی علاقے کی سلامتی و حفاظت میں روز بروز اضافہ فرمایا۔ ان معاہدوں کی وجہ سے پر امن طور پر کام کرنے کی راہ ہموار ہوئی اور ان قبائل کے افراد میں دیں اسلام سرایت کرنا شروع ہوا"۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے معاہدے کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:"مسلمانوں اور قریش کے مابین منقطع رابطے بحال ہوئے۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے دین اسلام قبول کیا۔ اس حوالے سے حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو ابن العاصؓ جیسے عظیم ناموں کی مثال بھی کافی ہوگئی جنہوں نے اس زمانے میں اسلام قبول کیا"۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی تحریرات میں جابجا سیرت النبی ﷺ کے ان گوشوں کی نشاندھی کی ہے۔ جس پر آنے والے سیرت نگار کام کر سکتے ہیں۔ محمد عالم مختار حق کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:"ایک جغرافیہ سیرت کی بھی ضرورت ہے۔ جغرافیائی نقشہ MAP بھی اور سیرت میں جن مقاموں اور قبیلوں کا ذکر آتا ہے۔ انکا محل وقوع بھی۔ کاش میری عمر، صحت اور فراغت اجازت دیتی کہ یہ کام، یہ تمنا میرے ہاتھ پوری ہو۔ الحمدللہ اس پر بھی جلد ہی کتاب شائع ہوگی۔

اس طرح ثنیۃ الوداع کے مقام کا تعین، لفظ فارقلیط کا مفہوم، رسول اللہ ﷺ کے دور میں مردم شماری کا ذکر، عہد نبوی کا اسلام کا تین براعظموں میں پھیلاؤ، وغیرہ ایسے پہلو ہیں جن پر مستقبل کے سیرت نگار تحقیق کر سکتے ہیں۔ الحمدللہ ان تمام پہلوؤں پر کام جاری ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریرات میں سینکڑوں ایسے گوشے ہیں جو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ بالخصوص ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ مکتوبات میں کئی نادر موضوعات موجود ہیں۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ انہیں منظر عام پر لایا جائے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریرات اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر ان کے گہرے غور و فکر اور تدبر سے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی بھی مقام پر انہوں نے اپنی تحقیقات کو حتمی طور پر پیش نہیں کیا بلکہ انتہائی تواضع اور انکساری سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ”مجھے ان اخذ کردہ نتائج پر اصرار نہیں ہے اور اگر اہل علم ان کی اصلاح کر سکیں اور گتھیوں کو سلجھا سکیں تو سیرتِ نبویہ کی ایک الجھن رفع ہوگی۔“ معزز قائین تو آیئے ان تمہیدی کلمات کے بعد ڈاکٹر صاحب کی ارمغانِ علمی خطبات بہاولپور کی طرف، سب سے پہلے خطبہ کے لفظ کے بارے میں بتا دوں الخَطب والمخاطبۃ والتخاطب باہم گفتگو کرنا اسی سے خُطبَۃ اور خِطبَۃ کا لفظ ہے جس کے معنی وعظ و نصیحت کرنے کے ہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور خِطبۂ نکاح کا پیغام۔ خطبہ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسان کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے مختلف خطبات کا ذکر فرمایا ہے مثلاً۔

حضرت یوسفؑ نے قیدیوں کو جیل میں خطاب فرمایا عیسائیت میں حضرت عیسیٰؑ کے پہاڑی کے وعظ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف مواقعوں کے خطبات کوہ صفا، طائف، بیت عقبہ اولیٰ، بیت عقبہ ثانیہ، وادی قبا، فتح مکہ خصوصاً خطبہ حجۃ الوداع، راقم کا مضمون: "خطبات حجۃ الوداع کی دفعات کی زمانی ترتیب اور استنادی تحقیق" اسی طرح جب ہم مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہندومت کے ادب میں "اپنشد" دانش وروں اور رشیوں کے 13 تیرہ خطبات کا مجموعہ ہے۔

خطبات کسی بھی قوم کی تاریخ میں بنیادی اور یادگاری حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں خطبات کی تاریخ بھی بڑی شاندار رہی ہے۔ خصوصاً مِدراس میں جنوبی ہند کی اسلامی تعلیم، انجمن South Indian Muslim Educational Society Madras نے خاص طور پر اس کیلئے کمیٹی تشکیل دی تھی:

Commite of Madras Lectures in Islam جس کا بنیادی مقصد اہل علم وفن سے مختلف روحانی، عمرانی، تہذیبی، علمی مختلف پہلوؤں پر یادگار خطبات کا اہتمام کرنا تھا تاکہ مسلم امّہ میں مختلف پہلوؤں پر بیداری پیدا ہو۔ اس سوسائٹی نے جو خطبات کروائے ان میں سے نمایاں نو مسلم مارماڈیوک پکتھال نے آٹھ خطبات 1927ء میں دیئے تھے جس کا موضوع The cultural side of Islam تھا۔

اسی طرح علامہ سید سلیمان ندوی کے 1925ء میں مطالعہ سیرت کے تقابلی اسلوب پر دیئے گے آٹھ خطبات ہیں جو خطبات مدراس کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ اسی طرح سوسائٹی کی طرف سے ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کے دیئے گئے 6 چھے خطبات Reconstruction of Religious Thoughts in Islam جو بعد ازاں اردو ترجمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے نام سے بھی شائع ہوئے۔ برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں ان خطبات کا نمایاں مقام ہے۔ جو اہل علم وفن میں آج بھی معروف ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد اس علمی روایت کو زندہ رکھنے کیلئے "خطبات بہاولپور" کا خاص مقام اور شہرت ہے۔ حالیہ سالوں میں پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی کے محاضرات نے اور پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقیؒ کے خطبات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سر گر دھا، خطبات اسلام آباد جو سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ارشاد فرمائے گئے خاص علمی شہرت رکھتے ہیں۔ اور اہل علم وفن کی توجہ کا خاص مرکز ہیں۔

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان اساطین علم وفن نے جو ان موضوعات پر گراں قدر تصنیفات بھی کر چکے تھے درس وتدریس کا سالہا سال کا وسیع تجربہ تھا۔ ان خطبات میں انہوں نے اپنا مطالعاتی نچوڑ پیش کیا اور روایت علمی کو نئی جہات سے متعارف کروایا اور عصرِ حاضر کے نئے رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے پیش کیے گئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی، فکری خدمات کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اُن میں سے ایک پہلو آپ کے توسیعی خطبات کا بھی ہے جسے (Extention Lectures) کہتے ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر کئی ایک علمی پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے دیئے گئے ان میں سے جن خطبات کو اشاعت کی وجہ سے شہرت ملی ان میں سے 1935ء میں سوربون یونیورسٹی پیرس (فرانس) میں دیا گیا خطبہ جس میں انھوں نے دلائل وبراہین سے ثابت کیا کہ آغاز اسلام کے وقت پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک معاشی وفاق قائم ہو چکا تھا لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ (سورۃ القریش کی تفسیر وتشریح کے اُن کا خاص اسلوب تھا۔ مِدارس یونیورسٹی میں 1940ء میں دیا گیا خطبہ جدید بین الاقوامی قانون کی تاریخ میں اسلام کا مقام اپنے موضوع کے اعتبار سے خاص مقام کا حامل ہے۔

پوری دنیا کی یونیورسٹز میں لیکچرز اور خطبات کی انہیں اجازت تھی خصوصاً بلادِ اسلامیہ کی جامعات میں جس کے نتیجہ میں انھوں نے یورپین ممالک عرب ممالک اور پھر ترکی میں تو وہ ہر سال دو تین ماہ گزارتے اور یونیورسٹیز میں اُن کے لیکچرز اہتمام کے ساتھ ہوتے۔

پاکستان تو ان کا اپنا گھر تھا کیونکہ نظریہ اسلام پر قائم ہونے والی ریاست سے انھیں بڑی توقعات تھیں اس لیے قرار داد مقاصد 1949ء اسلامی تعمیر وتشکیل، اسلامی قانون سازی کے عمل میں وہ ہمیشہ ریاست پاکستان کی مدد کرتے رہے۔

مگر کئی ایسے مواقع بھی آئے کہ وہ رنجیدہ بھی ہوتے کیونکہ وہ اس مقصدِ عظیم کیلئے پاکستان کو اپنا مسکن بنانا چاہتے تھے غالباً 1948ء میں پاکستان آگئے مگر یہاں کے سسٹم خصوصاً افسر شاہی نے انھیں کام نہیں کرنے دیا۔ 1962ء میں خصوصی طور پر جسٹس جاوید اقبال کو صدر محمد ایوب خان نے پیرس ملاقات کیلئے بھیجا تاکہ وہ ڈاکٹر صاحب کو راضی کریں کہ پاکستان میں اسلامی مشاورتی کونسل کے چیئرمین کی ذمہ داریاں سنبھالیں مگر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے کہ تجربات اور خدشات کے پیش نظر ڈاکٹر صاحب راضی نہ ہوئے جسٹس جاوید اقبال نے اپنی خود نوشت میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ

میں حیدر آباد دکن سے نکلا تھا تو پہلے پاکستان ہی آیا تھا مگر یہاں کی یونیورسٹیوں کے باسیوں نے مجھے آباد نہیں ہونے دیا(اپنا گریبان چاک خود نوشت سوانح ڈاکٹر جاوید اقبال سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 2003ء) تاہم پاکستانی باذوق اہل علم و دانش مسلسل اُن کے ساتھ رابطہ میں رہنے والے وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی پروفیسر حمید احمد خان جنہوں نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی مسند صدارت کی پیشکش بھی کی۔ علامہ سید سلیمان ندوی، پروفیسر عبد القیوم قریشی، علامہ اسد، مولانا مودودی، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی، ظفر وانصاری، ڈاکٹر خالد مسعود، ڈاکٹر ایس ایم زماں وغیرہ مختلف اُمور اور تحقیقی منصوبہ جات کے لیے آپ سے رہنمائی و مشاورت کرتے رہے۔ ترکی و پیرس کی یونیورسٹیوں خصوصاً انقرہ، ارض روم میں اور دیگر طباعتی عام کی وجہ سے تمام دنیا میں جب اُن کی خاصی شہرت ہوئی تو صدر مملکت پاکستان محمد ضیاء الحق نے اُن سے خاص رہنمائی حاصل کرنے کیلئے دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور میں توسیعی خطبات کیلئے سرکاری طور پر دعوت دی جنہیں ڈاکٹر صاحب نے قبول فرمایا۔

ان ہی دنوں میں ڈاکٹر صاحب کی پاکستان میں موجودگی پر اربابِ حل و عقد نے خوب فائدہ اٹھایا اور ڈاکٹر صاحب کے مختلف علمی مقامات پر لیکچرز کا اہتمام کیا اسی سلسلہ میں آپ جامعہ سندھ جام شورو حیدر آباد بھی تشریف لائے اور انہوں نے سندھالوجی ڈیپارٹمنٹ میں سیرۃ النبی ﷺ کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور مطالعہ سیرت النبی ﷺ کا سندھ سے تعلق خاطر پر عملی دلائل پیش کیے۔ دوسرا خطبہ بلدیہ حیدر آباد میں ارشاد فرمایا تھا۔ پیر جھنڈو کے سجادہ نشین پیر عبداللہ راشدی جو کہ سندھ یونیورسٹی میں شعبہ صحافت کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے ان خطبات کی سرگزشت بیان کی ہے جس کو سن کر قاضی شوکت علی قریشی ساکن ہالہ قدیم (حیدر آباد) نے اس وقت کے شعبہ سندھالوجی کے ڈائریکٹر شوکت حسین شورو سے رابطہ کر کے ان خطبات کی آڈیو کیسٹ حاصل کیے اور انہیں قرطاس پر منتقل کرنے کی ذمہ داری لی اور مولوی عبداللہ اور مولوی احمد سنائی نے خوب محنت کے بعد آڈیو کیسٹ سے سن کر ڈاکٹر صاحب کی زبان مبارکہ سے نکلے گئے الفاظ کو کاغذات پر منتقل کر کے کمپوزنگ کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اور سیرۃ النبی ﷺ کے چند پہلوؤں پر روشنی سیرۃ النبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا سندھ سے تعلق از ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے عنوان سے ادارہ وکتب خانہ، حضرت قاضی غلام محمد ہالہ قدیم ٹمیاری سے 2011ء میں شائع کیا جس کے صفحات کی تعداد 60 تھی، یہ خطبات، خطبات بہاولپور کا ہی تسلسل ہیں، فقہ السیرۃ، سیرت نبوی ﷺ کے نمایاں پہلوؤں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ صحیح فکر اسلامی کے بھی ترجمان ہیں اور برصغیر پاک و ہند (سندھ، ہند) میں اسلام کی آمد کے خدو خال کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ خطبات بہاولپور تو عوام وخواص میں یکساں طور پر مقبول ہیں مگر "خطبات سندھ "اتنے معروف نہ ہیں، امید ہے کہ ان خطبات کی تحقیق، تخریج و تعلیق کے پیش کرنے کے بعد یقیناً ان کو بھی وہی پذیرائی ملے گی۔ "ان شاء اللہ" کیونکہ یہ وہی ہیرے، جواہرات، لعل و گوہر ہیں جو مجدد سیرت ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی زبان سے ہی جاری ہوئے ہیں۔

اسی طرح حافظ محمد عارف گھانچی آف کراچی جو مطالعہ سیرت اور اشاعت سیرت کا بہت ذوق رکھتے ہیں ان ہی کی توجہ دلانے اور خطبات سندھ پر اُسی نوعیت کا کام کرنے کی تلقین نے بہت مہمیز عطا کی اور ان خطبات (سندھ) کا مسودہ بھی عطا کیا جس پر راقم ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ میں اس موقع پر شکر گزار ہوں شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ کے پی ایچ ڈی اسکالر ریسرچ ایڈیٹر مجلہ الاضواء الشیخ زاید الاسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف دی پنجاب جناب حافظ انتظار احمد کا جنہوں نے شب وروز محنت کے ساتھ اس کی تحقیق و تخریج اور کمپوزنگ میں خوب معاونت فرمائی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات وبفضله تتنزل الخیرات والبرکات وبتوفیقه تتحقق المقاصد والغایات وأزکی صلوات الله وتسلیماته علی المبعوث رحمة للعالمین، نبی الرحمة وإمام الهدیٰ سیدنا محمد وآله وصحبه أجمعین.

ڈاکٹر عبد الغفار

صدر، شعبہ علومِ اسلامیہ وڈائریکٹر سیرت چیئر

یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سندھالوجی میں خطاب

محترم وائس چانسلر صاحب محترم اساتذہ عزیز طلباء!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین

یہ میرے لیے بڑے شرف کا باعث ہے کہ آپ نے مجھے اس مبارک تقریب میں حصہ لینے کا موقع دیا اور سیرت النبی[1] ﷺ جسے وسیع اور ناپیدہ کنار سے چند پہلوؤں پر آپ سے کچھ عرض کرنے کی

---

[1] سیرت کا لغوی مفہوم: سیرت کا اصطلاحی مفہوم لفظ سیرت عربی زبان کے جس مادے اور فعل سے بنا ہے اس کے لفظی معنی ہیں چل پھرنا۔ راستہ لینا، رویہ یا طریقہ اختیار کرنا، روانہ ہونا، عمل پیرا ہونا وغیرہ اس طرح "سیرت کے معنی حالت، رویہ، طریقہ، چال، کردار، خصلت اور عادت کے ہیں۔ صورت کے ساتھ مل کر یہ لفظ باطن کی صورت یا حقیقت کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً صورت وسیرت کہنا۔ لفظ سیرت واحد کے طور پر اور بعض دفعہ اپنی جمع "سیر" کے ساتھ اہم شخصیتوں کے سوانح حیات اور اہم تاریخی واقعات کے بیان کے لئے بھی استعمال ہوتا رہا ہے مثلاً سیرت عائشہ کی "سیرت المتاخرین" (یہ کتابوں کے نام ہیں) وغیرہ کتب فقہ میں "السیر" جنگ اور قتال سے متعلق احکام کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے چونکہ آنحضرت کی سیرت کے بیان میں غزوات (کفار سے جنگوں کا ذکر خاصی اہمیت رکھتا ہے، اس لیے ابتدائی دور میں کتب سیرت کو عموماً مغازی وسیر" کی کتابیں کہا جاتا تھا۔ لفظ مغازی بھی مغزی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جنگ (غزوہ) کی جگہ یا وقت۔ بعد میں اس کے لیے سیرت کی ترکیب استعمال ہونے لگی۔ سیرت کا اصطلاحی مفہوم: اس طرح ایک طویل تاریخی عمل کے بعد اب لفظ سیرت ایک اصطلاح بن گیا ہے اور اب اس سے صرف رسول پاک کی زندگی کے جملہ حالات کا بیان مراد لیا جاتا ہے کسی اور منتخب شخصیت کے حالات کے لئے سیرت کا استعمال تقریباً متروک ہو گیا ہے۔ اب اگر مطالعہ سیرت، کتب سیرت، وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو چاہے رسول، نبی، پیغمبر یا مصطفی وغیرہ الفاظ بھی ہو تب بھی اس سے مراد حضور کی سیرت ہی جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائش کی گئی ہے۔میں اس کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں۔سندھ[1] میں اس کا اجتماع بہت سی پرانی چیزیں یاد دلاتا ہے، اگر مجھے سندھی زبان آتی تو یقیناً سندھی زبان ہی میں آپ سے مخاطب ہوتا کیونکہ شاید یہ وہی زبان ہے جو ہمالیہ سے لیکر بر اعظم میں سب سے پہلے اسلام سے متعارف ہوئی ہے۔اور پھر یہیں

لفظ سیرت کو کتاب کے مصنف کی طرف مضاف کر کے بھی یہی اصطلاحی معنی لئے جاتے ہیں مثلاً سیرت ابن ہشام کا مطلب ابن ہشام کے حالات زندگی نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں جو ابن ہشام نے جمع کئے ہیں اسی سے ہمارے زمانے میں آج کل جلسہ سیرت، سیرت کانفرنس، مقالات سیرت، اخبارات ورسائل کے سیرت نمبر وغیرہ بکثرت الفاظ استعمال ہونے لگے ہیں۔ان تمام تراکیب میں لفظ سیرت کے معنی ہمیشہ سیرت النبی ہی ہوتے ہیں اسی وجہ سے بعض دفعہ ادب واحترام کے اظہار کے لئے اس لفظ کے ساتھ کسی صفت کا اظہار کر دیتے ہیں مثلاسیرتِ طیبہ سیرتِ پاک وغیرہ۔

[1] سندھ (سندھی: سنڌ) پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے، جو برِصغیر کے قدیم ترین تہذیبی ورثے اور جدید ترین معاشی و صنعتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔سندھ پاکستان کا جنوب مشرقی حصہ ہے۔سندھ کی صوبائی زبان سندھی اور صوبائی دار الحکومت کراچی ہے۔سندھ کو باب الاسلام بھی کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: لفظ "سندھ" دراصل دریائے سندھ ہی سے مستعار ہے، جو سنسکرت لفظ "سندھو" کی موجودہ شکل ہے۔

سندھی زبان (Sindhi language) ہند آریائی گروہ کی زبان اور جنوبی ایشیاء کے علاقہ سندھ کی زبان ہے جو پاکستان کا صوبہ ہے۔پاکستان میں سندھی بولنے والوں کی تعداد تقریبن چار کروڑ اور بھارت میں تقریباً 70 لاکھ ہے اور سندھی کو پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں میں قومی زبان کا درجہ حاصل ہے۔اگرچہ سندھی ہند آریائی گروہ کی زبان ہے لیکن اس میں دراوڑی اثرات بھی پائے جاتے ہیں، جو اس کو خاص انفرادیت اور اہمیت دیتا ہے۔سندھی بولنے والے زیادہ افراد پاکستان کے صوبہ سندھ میں ہیں اور بقیہ دنیا کے باقی حصوں میں خاص کر بھارت کے کئی حصوں میں آباد ہیں جو 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد سندھ سے ہجرت کر کے بھارت گئے اور وہاں آباد ہو گئے۔سندھی عام طور پر ترمیم شدہ عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔حکومت بھارت نے 1948ء میں عربی رسم الخط کی جگہ دیوناگری رسم الخط کو اردو، سندھی، جیسی زبانوں کے لیے بھارت میں رائج کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے سارے براعظم[1] میں 627ءاور اسکے بعد دور دور تک اسلام پھیلتا چلا گیا ہے، میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں اسکی ساری تفصیلوں میں جاؤں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سندھیوں سے واقفیت

سیرت النبی ﷺ کے سلسلہ میں دو ایک چیزیں یاد آتی ہیں، جن کا تعلق سندھ سے ہے، اس کا ذکر کرنے کے بعد میں پھر کچھ اور چیزیں آپ سے عرض کروں گا۔ پہلی چیز وہ ہے جس کا تعلق سیرت محمدی ﷺ سے ہے، سیرت النبی ﷺ سے نہیں، یعنی جب رسول اکرم ﷺ ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے اس وقت اس کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کم از کم سندھیوں سے واقف ہوئے تھے، سندھیوں سے مل چکے تھے چاہے سندھ تشریف لانے کا آپ ﷺ کو موقع نہ ملا ہو ، ممکن ہے کہ سندھ بھی تشریف لائے ہوں ، اس زمانے کیلئے وہ نا ممکن نہیں تھا، لیکن اس کا پتا چلتا ہے کہ غالباً میں کہتا ہوں،۱۰۰ فیصد یقین سے نہیں کہ سندھیوں سے آپ ﷺ ملے تھے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مختلف ممالک کے اسفار اور سفر کا سندھ کا امکان

اس سے سب لوگ واقف ہیں کہ جو سیرت النبی ﷺ کی کتابیں پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شام تشریف لے گئے تھے دو مرتبہ اسی طرح اسکا بھی ذکر ہمارے مورخ کرتے ہیں کہ آپ یمن بھی گئے تھے کم از کم "دو مرتبہ" اور اس کا بھی ہمارے پاس قطعی ثبوت موجود ہے کہ آپ عرب کے مشرق میں

[1] زمین کا ایک بڑا علاقہ جو عام خیال سے سُمندر میں گھرا ہو، برِاَعْظَم کہلاتا ہے۔ اس تعریف کے مطابق سات برِاَعْظَم ہیں۔ ایشیا، یورپ، افریقا، انٹارکٹیکا، آسٹریلیا، شمالی امریکا اور جنوبی امریکا۔ مگر یہ خیال کچھ درست نہیں جدید اصلاح کے مطابق یورپ اور ایشیا روس کے زمینی راستے سے جڑے ہوئے ہیں اور یوریشیا کہلاتے ہیں۔ اسی طرح جنوبی اور شمالی امریکا بھی جڑے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ براعظموں کی اصل تعداد پانچ تصور کی جاتی ہے۔ اور اسی کے مطابق اولمپک تنظیم کا نشان بھی پانچ براعظموں کے لیے پانچ دائروں پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بحرین اور عمان کے علاقے میں بھی ایک مرتبہ تشریف لے گئے تھے اور اس کا میں ابھی آپ سے ذکر کروں گا۔[1] اس کا امکان ہے کہ آپ ﷺ حبشہ تشریف لے گئے ہوں اگر چہ کہ اس کا قطعی ثبوت نہیں، اس کی وجہ یہ ہے ایک استنباط کے طور پر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً رسول اکرم ﷺ اس نے حبشی زبان کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حبشہ سے مہاجرین مکہ واپس تشریف لائے ،تو ایک چھوٹی بچی سے جو وہیں پیدا ہوئی تھی، حبشی زبان بولتی تھی، رسول اکرم ﷺ نے چند الفاظ حبشی زبان میں اس سے کہے تھے[2]، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کوئی شخص کسی زمانے میں اس ملک کو گیا ہو،

---

[1] ابو علی مرزوقی کتاب "الازمنہ والامکنہ" جو دارالکتب العلمیہ، بیروت 1996ء میں طبع ہوئی، جس کو خلیل المنصور نے مرتب کیا، اس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مختلف اسفار کو بیان کیا گیا ہے۔

[2] قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰؐ ، مکتبہ ممتاز اکیڈمی لاہور، ص 96 میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مختلف زبانوں سے واقفیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حبشہ کی چھوٹی بچی کو دیکھ کر فرمایا: "سنہ سنہ" جس کا معنی ہے خوبصورت، حسین و جمیل۔ عربی زبان کے لفظ حسنہ سے سنہ اور پنجابی زبان کا لفظ سوہنا بھی اس سے مشتق معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے لوگوں کی زبان ان کے کلمات اور جملوں سے رسول اللہ ﷺ کو متعارف کرایا تھا تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۃ ابراہیم:4) اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس قوم کی زبان کے ساتھ یعنی وحی اس قوم کی زبان میں نازل کی جاتی تھی اور وہ رسول اپنی قوم کی زبان سے پوری طرح واقف ہوتا تھا لیکن یہاں حضرت رسول کریم ﷺ کو تمام کائنات انسانی کی زبانوں سے واقفیت اور معلومات فراہم کر دی گئیں اور یہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں ہے۔ جہاں مختلف انبیاء ورسلؑ کو حیران کن معجزے عطا فرمائے گئے تھے، وہاں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو ہمہ قسم کے معجزات اور محیر العقول کارناموں اور مافوق الفطرت واقعات سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ ان میں مختلف زبانوں سے واقفیت اور تعارف بھی ہے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں مختلف علاقوں اور ملکوں کے لوگ حاضر ہونے لگے۔ ایک مرتبہ جماعتی صورت میں کچھ لوگ مسجد الحرام میں داخل ہوئے، وہ نبی کریم ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے مگر ان میں سے ایک شخص نے اپنی زبان میں دریافت کیا: من ابون اسران یعنی تم میں سے رسول ﷺ کون ہیں؟ توان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی یہ بات حاضرین میں سے ماسوائے نبی کریم ﷺ کے کسی نے نہ سمجھی۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اشکداور" آگے آجاؤ"اشکد" کے معنی "تَعَال" یعنی تشریف لائے اور "اور" کا معنی "ھھنا" یہاں پر۔

حبشی زبان میں حدیث شریف: اسی طرح جب حضرت بلالؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حبشی زبان میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا: "اره بره كنكرة كرى كرى منذره" تو لوگ یہ جملے سن کر حیران رہ گئے تھے۔ اس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی تو لوگوں کو معلومات حاصل ہوئیں۔

فارسی زبان میں حدیث مبارک: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فارسی زبان میں دریافت فرمایا تھا: "یااباھریرۃ! اشكمت درد؟ يعنى "تشتكى بطنك بالفارسية قلت نعم!" (نسائی) اے ابوہریرہ! کیا تیرے پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فارسی اور دیگر زبانوں میں ادا کیے گئے ان جملوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت رسول ﷺ نے عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی گفتگو فرمائی تھی اور ثانیاً یہ کہ اسلامی حکومتوں کے سفیروں اور مبلغین اسلام کے لیے یہ ہدایت ملتی ہے کہ وہ دنیا کی مختلف زبانوں میں گفتگو پر عبور اور مہارت حاصل کیا کریں۔

مختلف زبانیں سیکھنے کی تلقین: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس چونکہ پوری کائنات انسانی کے لئے باعث رشد و ہدایت ہے، اس لئے آپ ﷺ نے عربی زبان کے علاوہ دنیا کی مختلف زبانیں سیکھنے کی خصوصی طور سے امت مسلمہ کو تاکید فرمائی ہے، چنانچہ آپ نے اس دور کی بڑی سلطنت فارس کی زبان سے واقفیت اور مہارت حاصل کرنے کے لیے حضرت سلمان فارسیؓ کو حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فارسی زبان سکھلائیں۔ ہجرت کے چوتھے سال جب ایک شرمناک واقعہ پیش آیا کہ ایک یہودی مرد نے یہودیہ عورت کے ساتھ حرام کاری کی تھی تو حضرت محمد رسول کریم ﷺ نے شریعت اسلامیہ کے مطابق دونوں کو رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ یہ دونوں چونکہ ذمی تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنے دین اور اپنی کتاب تورات کے مطابق فیصلہ چاہتے ہیں اور تورات کا حکم یہ ہے کہ حرام کاروں کا منہ کالا کر کے اونٹ پر بٹھا کہ شہر میں پھرایا جائے۔ حضرت محمد رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، تورات میں بھی اس کی سزا وہی ہے جو قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ یہودیوں کے بہت بڑے احبار اور علماء میں سے تھے اور ابتدائے زمانہ میں ہی اسلام قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باوجود مسافر ہونے کے بھی چند الفاظ اس کے ذہن میں رہ جاتے ہیں محفوظ اور وہ ان کا وقتاً فوقتاً استعمال کر سکتا ہے، مزید تائیدی دلیل اس سے ملتی ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے نجاشی کو انتخاب کیا کہ مکہ کے مصیبت زدہ مسلمان ترک وطن کر کے اس کے ملک میں جا کر پناہ گزین ہوں ہجرت مدینہ سے پہلے، تو خط بھیجا نجاشی کے نام اس میں لکھا تھا کہ " میرا چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب آرہا ہے اور مسلمانوں کے

کرنے کا شرف حاصل کر چکے تھے انہوں نے بھی ان مجرموں کے موقف کو جھٹلایا۔ اس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تورات لا کر پڑھنے کا حکم دیا، وہ یہودی جب رجم کی آیت پر پہنچا تو اس پر ہاتھ رکھ کر چھپالیا، حضرت عبد اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ تورات کے انداز تحریر اور عبرانی زبان سیکھیں۔ مبادا یہودی اپنی کتب ورسائل میں تحریف اور تغیر وتبدل کر کے اصل احکام چھپانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ انہوں نے پندرہ دن کے اندر اندر عبرانی زبان اور سواد خط سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت محمد رسول ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے فرمایا کہ یہودیوں کی جانب سے ہمیں کئی خطوط موصول ہوتے ہیں اور ہماری بھی ان کے ساتھ مراسلت رہتی ہے۔ انہیں فرامین بھیجے جاتے ہیں، ہمیں ان کی دیانت پر اعتماد نہیں ہے اور نہ ہی ان کے لکھنے اور پڑھنے سے ہم مطمئن ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تم ان کا انداز تحریر سیکھ لو تاکہ ہم ان کے مکر وفریب سے محفوظ رہیں۔ پھر حضرت زید بن ثابتؓ نے پندرہ دن کے اندر ان کی خط کتابت سیکھ لی۔ رسول کریم ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ دنیا میں اسلام کی دعوت وتبلیغ تعلیم وتدریس اور سفارتی نظام کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لیے رہنما اور مینار نور ہے۔ اقوام عالم کی مختلف زبانوں میں گفتگو اور تحریر وکتابت میں پوری مہارت ہونی چاہیے۔

ہندی اور گورمکھی زبانیں سیکھنی چاہئیں: جب اسوۂ حسنہ سے مختلف زبانیں سیکھنے کا حوالہ مل گیا ہے۔ تو صرف انگریزی سیکھنے کی جانب پوری توجہ مبذول نہیں ہونی چاہئے، جبکہ پاکستان کے مختلف اداروں کی طرف سے چینی، فرانسیسی اور جرمن زبانیں سکھلانے کا عملاً اقدم بھی کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمسایہ ملک ہندوستان میں رائج ہندی، گجراتی اور دیگر زبانیں سیکھنے کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ ہندوستان میں کروڑوں مسلمانوں کے ساتھ رابطے کا یہ موثر اور مفید ذریعہ ہے۔ اس زبان سے محرومی بھارتی مسلمانوں کے ساتھ بے وفائی ہے۔ ہندی اور بھارت میں دیگر مروجہ زبانیں سیکھنے سے ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اس سے روگردانی اور عدم توجہ مسلمانوں کے مفاد میں نہیں بلکہ شدید نقصان کا اندیشہ ہے۔ جس سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ان کی مہمان نوازی کر! تو یہ جو ایک طرح کے قریبی تعلقات کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ "جب وہ آئے تو ان کی مہمان نوازی کر" یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب پہلے سے ملاقات رہی ہو۔ تو ان چیزوں سے استنباط کیا جا سکتا ہے کہ شاید رسول اکرم ﷺ حبشہ جاچکے ہوں، جب اتنے ممالک کا آپ سفر کر چکے تھے تو کوئی تعجب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہندوستان اور سندھ بھی آئے ہوں تجارت کے سلسلے میں، بہر حال اس مختصر تمہید کے بعد وہ چیز عرض کرتی ہے کہ حضور ﷺ کی ملاقات سندھیوں سے کب اور کیسے ہوئی تھی؟ اولاً میں مشرقی عرب جانے کا ذکر کرتا ہوں کیونکہ وہیں سے آپ ملاقات کر سکتے ہیں یا سندھ جا سکتے ہیں۔[1]

---

[1] تاریخ سندھ پر درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ علم حدیث میں برصغیر پاک وہند کا حصہ، از محمد اسحاق بھٹی؛ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی؛ فقہائے ہند از محمد اسحاق بھٹی؛ بیاض ہاشمی از محمد ہاشم ٹھٹویؒ؛ جمع الجوامع از علامہ سیوطیؒ۔

معروف سندھی محقق مامُور یوسفانی نے اپنی ایک کتاب میں ضلع میرپور خاص کے تعلقہ جیمس آباد (جسے آج کل "کوٹ غلام محمدؒ" کہا جاتا ہے) میں ایک صحابی کے مرقد کی موجودگی کا انکشاف کیا ہے، جہاں "اصحابُو" نامی ایک دیہہ بھی ریوینیو ریکارڈ میں موجود ہے، جو اسی صحابی کے نام سے منسوب بتائی جاتی ہے۔

معروف مورخ، ابنِ حبیب اپنی کتاب "تصنیف المجبر" میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے ساتھ شراکتی تجارت کی غرض سے "دبا" نامی ایک میلے میں پہنچے، تو وہاں آپ ﷺ نے سندھی لباس کو خاص دلچسپی سے دیکھا۔ یہ بھی ایک مضبوط روایت کے طور پر تمام صاحبانِ علم جانتے ہیں کہ آقا ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضر ہونے والے، سندھ سے تشریف لانے والے صحابیوں نے آپ ﷺ کے لیے سندھ کی مخصوص ثقافتی چادر "اجرک" کا تحفہ پیش کیا، جس کو آقائے نامدار ﷺ نے اپنے شانوں مبارکوں پر رکھنے کا شرف بھی بخشا، بلکہ یہ بات بھی روایت میں آئی ہے کہ "اجرک" آپ کا مرغوب اوڑھاوا رہا ہے۔

محمد ہاشم ٹھٹویؒ اپنی کتاب "قوۃ العاشقین" کے صفحہ نمبر 2 پر تحریر فرماتے ہیں کہ (مفہوم) آپ ﷺ نے سندھ کے ساتھ اپنی رغبت اور محبّت کا اظہار ایک مختصر سندھی جملہ اپنی زبانِ اقدس سے ادا کر کے بھی کیا۔ وہ جملہ تھا: "ادا! اورے آء!" (ترجمہ: "بھائی! یہاں آؤ!")۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ کی ملاقات سندھیوں سے

مسند احمد ابن حنبل میں جو مشہور حدیث کی کتاب ہے اور ابن حنبل رحمہ اللہ علیہ وہ شخص ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں، انہوں نے کوئی دو صفحوں کی طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ عبد القیس کے لوگ مدینہ آئے اسلام قبول کرنے کے لیئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے مختلف چیزیں دریافت فرمائیں کہ فلاں شہر کہ ابھی موجود ہے؟ فلاں سردار؟ فلاں شخص کیا ابھی زندہ ہے؟ تو اس طرح کے سوالات پر وہ لوگ حیرت زدہ ہو گئے، کہنے لگے یا رسول ﷺ! آپ ہمارے ملک اور ہمارے آدمیوں سے اس سے زیادہ واقف معلوم ہوتے ہیں جتنے ہم خود ہیں یہ کیسے ممکن ہوا؟ اس پر مسند احمد ابن حنبل[1] میں رسول اللہ ﷺ اہل علم کا جواب ہے، وہ یہ ہے کہ میں وہاں گیا ہوں بہت دن تک

اس موضوع کے حوالے سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیتِ اطہار کے اتنے کثیر تعداد میں واقعات اور حوالہ جات ہیں، کہ اس موضوع پر ایک نہیں، متعدد کتابیں لکھی جا سکتی ہیں، بلکہ سندھ کے حوالے سے ایسے اذکار، جو مختلف مستند کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں، یکجا کرنے کی اشد ضرورت ہے، جو اس دور کا تقاضا بھی ہے اور اسلام کی ترویج میں اہم کردار ادا کرنے والے خطّوں کو ان کا صحیح مقام دینے کے حوالے سے ضروری بھی۔

[1] مسند احمد بن حنبل امام احمد بن حنبل نے اپنے پیچھے یہ کتاب ایک مسودے کی شکل میں چھوڑی جس میں تقریباً بیالیس ہزار احادیث ہیں۔ 16 سال کی عمر میں اس مقصد کے لیے ثقہ راویوں اور قابل اعتماد محدثین سے احادیث کو جمع کرنا شروع کیا اور عمر کے آخر تک اس کتاب میں لگے رہے۔ کہا کرتے: "میں نے اس کتاب کو ایک امام و دلیل کے طور پر لکھا ہے جب لوگ سنت رسول میں اختلاف کرنے لگیں تو اس کی طرف رجوع کیا کریں۔" یہ تمام احادیث متفرق اوراق میں تھیں آخری عمر میں ان کے بیٹوں اور چند خاص شاگردوں نے اسے جمع کیا اور پھر امام احمد نے انھیں جو کچھ بھی لکھا تھا اسے املا بھی کرا دیا۔ گو یہ سب اوراق مرتب نہیں تھے۔ بعد از وفات ان کے بیٹے عبد اللہ اور شاگرد ابو بکر القطیعی نے اس کتاب میں اپنے دیگر اساتذہ سے سنی ہوئی بعض احادیث بھی شامل کر کے اسے روایت کیا اور یوں یہ کتاب شائع ہوگئی۔ کتاب المسند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتیں ہیں۔ اور سات لاکھ بقول بعض ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے تیس ہزار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سر زمین کو میرے پاؤں روندتے رہے ہیں "قلعہ مشقر"[1] کی چابیاں میں نے حاصل کیں، اور" چشمہ

حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ امام احمد فخریہ کہتے تھے کہ جو کچھ اس مجموعہ میں ہے وہ نہایت ہی مستند ہے۔ اور جو اس مجموعہ میں نہیں ہے استدلال کے واسطے اس کی بنیاد صحیح نہیں خیال کرنی چاہیے۔ اور فرمایا جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کسی سنت کے متعلق لوگوں میں اِختلاف ہو تو کتاب المسند کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ میں نے اس کو امام بنایا ہے اس کا فیصلہ صحیح ہو گا۔ (ادریس زبیر، فقہ اسلامی ایک تعارف ایک تجزیہ، ص173)

[1] عرب میں تجارتی سفر: علامہ ابو علی مرزوقی کتاب "الازمنہ والامکنہ" میں لکھتے ہیں کہ عرب میں کل 13 بڑے بازار لگتے تھے۔ جو ایک چین سسٹم کی طرح چلتے تھے، "دومۃ الجندل" شام اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے پندرہ دن کی مسافت پر جبلطے کے قریب ربیع الاول میں لگتا تھا۔ یہاں شام اور روم کے تاجر آتے تھے۔ "مشقر" (موجودہ مسقط) نجران اور بحرین میں واقع تھا۔ دومۃ الجندل کے اختتام پر تاجر یہاں آتے اور پورے جمادی الآخر یہیں رہتے۔ یہاں اہلِ فارس بڑی کثرت سے آتے تھے۔ "صُحار" کا بازار ماہِ رجب میں لگتا یہ یمن کی بستی عمان میں ایک پہاڑ سے متصل تھا۔ یہاں چین اور ہند کے تاجر آتے تھے۔ "دبّا" (موجودہ دُبئی) عمان کی بندر گاہ کا بازار تھا جو رجب کے اختتام پر لگتا تھا۔ سندھ، ہند اور چین کے تاجر یہاں آتے تھے۔ شحر مہرہ کا بازار عدن اور عمان کے درمیان ساحل پر لگتا تھا اور ہند، فارس اور حمیر کے تاجر یہاں آدھا رمضان گزارتے تھے، پھر تجارتی قافلہ یمن کے دار لحکومت "صنعاء" پہنچتا اور رمضان کے اختتام تک بازار جاری رہتا تھا۔ یہاں سے تجارتی قافلے دو حصوں میں بٹ جاتے ایک قافلہ حضر موت کے بازار "سوق رابیہ" چلا جاتا اور دوسرا قافلہ نجد کے بالائی علاقے عکاظ کے بازار میں جاتا۔ یہ دو بازار ماہ ذی قعدہ میں لگتے تھے اور پھر ذوالحجہ کا چاند نظر آتے ہی بازار ذوالمجاز منتقل ہو جاتا جو عرفات سے تین میل دور لگتا تھا۔ حجاج اور مکہ کے لوگ اس میں ضرور شریک ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ سوق نطاۃ خیبر میں، سوق حجر یمامہ میں، سوق مجنہ جو ذوالمجاز اور سقی کے قریب واقع تھا۔ سوق دیر ایوب، سوقِ بصریٰ اور سوق اذرعات بھی عرب کے مشہور بازاروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ (الازمنہ والامکنہ ۔ مرزوقی) ممکن ہے کہ چین سسٹم کے ان بازاروں میں رسول اللہ ﷺ نے بھی تجارتی سفر کیے ہوں اس موضوع پر چند روایات اور حوالے ملتے ہیں جنہیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے تجارتی سفر: لڑکپن کے دور میں محمد رسول اللہ ﷺ کے تجارتی اسفار کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس سفر میں آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب اور حضرت زبیرؓ کے ہمراہ شریکِ تجارت رہے۔ آپ ﷺ کے یہ اسفار یمن، بحرین اور شام کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب سن شعور کو پہنچے تو اپنے چچا زبیرؓ کے ہمراہ تجارتی سفروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔بحوالہ:سیرت النبی:صفحہ 31 آپ ﷺ نے دس سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت زبیرؓ کے ساتھ یمن کا سفر کیا۔بحوالہ:تاریخ محمد۔ایم ڈی فاروق،ادارہ اشاعت قرآن و تاریخ اسلام،لاہور،1993ء۔ بعض افراد آپ ﷺ کی عمر15 سے19 سال بتاتے ہیں۔اس سفر میں آپ ﷺ کو تجارت کے اصولوں سے آگاہی ہوئی۔اس تجارت میں آپ ﷺ کے ساتھی تاجروں کو کافی منافع حاصل ہوا۔بحوالہ: نقوش رسول نمبر جلد2،ادارہ فروغ اردو،لاہور؛ مولوی محمد عبدالرب،روضہ الاحباب،مطبع نظامی،کانپور،انڈیا،1892ء

رسالت مآب ﷺ کی عمر تقریباً بارہ سال کی ہوگی جب آپ ﷺ کے چچا جناب ابو طالب نے حسبِ دستور شام کے سفر کا ارادہ کیا آپ ﷺ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوئے۔اس سفر کا ایک واقعہ مشہور ہے۔قافلہ نے جب شام کے شہر بصریٰ میں پڑاؤ ڈالا تو یہاں موجود صوامعہ(خانقاہ) کے ایک راہب بحیرا نے آپ ﷺ کے اوصاف کو پہچان لیا اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں،انہیں واپس لے جائیں،کہیں کوئی انہیں نقصان نہ پہنچادے۔بحوالہ:شبلی نعمانی،علامہ،سیرت النبی،مکتبہ اسلامیہ،لاہور؛ عبدالرحمن جامعی،شواہد النبوت،مقام اشاعت:دلی،انڈیا،1862ء۔ڈاکٹر حمید اللہ اس سفر کو شام کے بجائے فلسطین کا سفر لکھتے ہیں۔بحوالہ:کتاب محمد رسول اللہ،بصریٰ کا یہ بازار25 دن لگا کرتا تھا۔بحوالہ:الازمنہ والامکنہ از مرزوقی،دائرۃ المعارف الکائنہ فی الہند حیدرآباد دکن،1332ھ۔نوجوانی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تجارت کو ہی اپنا ذریعہ معاش بنایا۔چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ ﷺ نے دوبارہ شام کی طرف سفر کیا۔ایک روایت کے مطابق اس سفر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور اسی سفر نے آپ دونوں کو زندگی بھر کا رفیق بنادیا تھا۔ بحوالہ:نقوشِ رسول نمبر جلد2

رسول اللہ ﷺ کی عمر جب پچیس برس ہوئی تو آپ ﷺ نے شام کا تیسرا سفر کیا۔یہ وہ مشہور سفر ہے جس میں حضرت خدیجہؓ کے ملازم "میسرہ" آپ کے ہمسفر بنے۔اس سفر میں آپ ﷺ نے بصریٰ میں قیام فرمایا۔یہاں بھی ایک راہب نسطورا کا تذکرہ ملتا ہے۔جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کے سامانِ تجارت کو پہلے کی نسبت دوگنا منافع حاصل ہوا۔اس سفر میں آپ ﷺ کی صداقت و امانت سے معترف ہوکر حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ سے نکاح کا پیغام بھجوایا۔بحوالہ:الوفا،ابن جوزی،سیرت النبی۔شبلی نعمانی؛محمد بن اسحاق بن یسار، سیرت ابن ہشام،:ادارہ اسلامیات انار کلی،لاہور۔حضرت خدیجہؓ اور دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قریش تاجروں کے شراکت میں آپ ﷺ نے یمن کا بھی سفر کیا۔ اس سفر کے متعلق سیرت کی کئی کتب میں تذکرہ ملتا ہے۔ بحوالہ: سیرت النبی، شبلی نعمانی، ص160؛ محمد رسول اللہ۔ڈاکٹر حمید اللہ، سیرت الرسول من القرآن..... علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ جہاں جہاں سامانِ تجارت بھیجا ان میں ایک مقام "جرش" بھی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور امام ذہبی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ ﷺ دو مرتبہ تشریف لے گئے۔ بحوالہ: نور النبراس فی شرح سید الناس، تعلیق: ابراہیم محمد رمضان، دار القلم، بیروت ۱۴۱۴ھ، ص252

ڈاکٹر حمید اللہ نے کتاب "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" میں تحریر کیا ہے کہ "اگر یہ لفظ جرُش ہے تو یہ مکے کے جنوب میں طائف سے آگے یمن کے رخ پر اہم قلعہ بند شہری مملکت تھی اور وہاں بڑا بازار لگتا تھا اور اگر یہ جَرش ہے تو یہ مشرقی اردن میں ایک بہت بڑا یونانی شہر تھا"۔ بحوالہ: رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ڈاکٹر حمید اللہ: صفحہ 61

طبری نے امام شہاب الزہری کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ اور قریش کے ایک شخص کو اُجرت پر سوقِ حباشہ بھیجا جو تہامہ میں ہے۔ مکے کے جنوب میں چھ دن کے راستہ پر یمن کے رُخ پر۔ حباشہ کا میلہ رجب میں تین دن لگتا تھا۔ بحوالہ: تاریخ طبری۔ جلد دوم، حصہ اول: صفحہ 73، یاقوت حموی اس مقام کا صحیح نام حُباشہ بتاتے ہیں۔ بحوالہ: معجم البلدان، یاقوت حموی، ص170

تجارت کی غرض سے بحرین کی دو بندر گاہوں مشقر اور دَبا جو آج مسقط اور دبئی کے نام سے جانا جاتا ہے کے سفر کے احوال بھی اکثر روایات میں ملتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ، مسند احمد، 4/206 کی حدیث کی روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مشرقی عرب یعنی بحرین سے قبیلۂ عبد القیس کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی حیات کے آخری دور میں مدینہ آکر باریاب ہوا اور آپ ﷺ نے اُن سے ان کے ملک کے بارے میں بعض تفصیلی باتیں بیان کر کے کیفیت پوچھی تو وہ لوگ حیران رہ گئے اور کہنے لگے " آپ ﷺ ہمارے ملک کا حال ہم سے زیادہ جانتے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے تمہارے ملک کی خوب سیر کی ہے"۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ مشقر اور دَبا کے شہرۂ آفاق میلوں میں آپ ﷺ شاید تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں گئے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بھی حضرت خدیجہؓ کی شراکت میں کی گئی تجارت ہو۔ مگر اس کا ٹھیک زمانہ معلوم نہیں۔ ممکن ہے حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد بھی آپ کاروبار کے لیے جاتے رہے ہوں۔ (رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ڈاکٹر حمید اللہ، ص 62؛ سیرت النبی، شبلی نعمانی، ص175؛ سیر الصحابہ، 2/122) ایک اور سیرت نگار عبد القدوس ہاشمی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے نکاح کے بعد دس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زاراہ"[1] پر بھی میں کھڑا ہوا یہ سب مقام اب بھی موجود ہیں، مشقر بھی ہے اور زاراہ بھی موجود ہے مشرق

سال تک آپ ﷺ خود بازار میں لین دین کرتے ہوئے ملتے ہیں۔ اس زمانے میں آپ ﷺ نے غالباً تین سفر یمن، نفوذ (نجد) اور نبران (شاید نجران) تک کیے۔ ان کے علاوہ حج کے دنوں میں مکہ کے بازار میں آپ ﷺ بھی حصہ لیتے۔ بحوالہ: فاران۔ سیرت نمبر 1956ء، بحوالہ: رسول اکرم ﷺ بحیثیت تاجر۔ حافظ محمد عارف گھانچی..... علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ایک مغربی مؤرخ مار گولیتھ نے لکھا ہے کہ " آپ ﷺ نے بحری سفر بھی کیا تھا۔ اس مؤرخ نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ. ﷺ مصر بھی تشریف لے گئے اور فلسطین میں بحر مردار کی بھی سیاحت کی۔ لیکن تاریخی دفاتر ان واقعات سے خالی ہیں"۔ بحوالہ: سیرت النبی ﷺ، شبلی نعمانی، 1/177۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ " بعض جدید سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ خود سرورِ کائنات ﷺ بھی حبشہ تشریف لے گئے ہوں گے اور آپ ﷺ کی شاہ نجاشی سے ملاقات ہوئی ہو گی۔ ایسے سوانح نگاروں کے اس خیال کا مرکز اور بنیاد اس تعارفی خط کا انداز خطابت ہے جو سرورِ کونین ﷺ نے اپنے چچازاد جعفر ابن ابو طالب کے ذریعے شاہ نجاشی کے نام بھجوایا تھا۔ یہ خط کافی حد تک بے تکلفانہ اور دوستانہ ہے۔ طبری کی تحقیق کے مطابق اس میں حضرت محمد مصطفی ﷺ نے لکھا تھا کہ "میں آپ کے پاس اپنے چچازاد جعفر کو چند اور مسلمانوں کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ جب یہ لوگ آپ کے پاس پہنچیں تو آپ ان کی مہمان نوازی کیجیے گا"۔ بحوالہ: محمد رسول اللہ۔ صفحہ 33..... ڈاکٹر محمد حمید اللہ مزید لکھتے ہیں کہ "قیاس کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غالباً کبھی حبشہ سفر بھی کیا تھا۔ حبشہ جانے کا سہل راستہ تو وہی ہے جو مہاجرین اسلام نے اختیار کیا تھا کہ شعیبہ (جدہ) میں جہاز پر سوار ہو کر بحر احمر کے دوسرے ساحل پر جا اُتریں، دوسرا راستہ یہ تھا کہ ایلہ (عقبہ) اور جزیرہ نمائے سینا یا شاید غزہ سے ہو کر (جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پر دادا ہاشم مدفون بھی ہیں) مصر اور پھر دریائے نیل کے کنارے کنارے حبشہ جائیں، دریا کے بہاؤ کی سہولت کے باعث حبشہ سے مصر کشتی میں آنا بھی ممکن ہے۔ اگر یہ قیاس واستنباط بے جانہ سمجھا جائے تو آپ ﷺ کے بحری سفر کا بھی اس طرح امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ بحوالہ: رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص 67

[1] پاکستان کا وہ گرم ترین چشمہ جس میں نہانے والوں کو ہر طرح کی بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر قدرت نے ایسے انوکھے اور حیران کن مقامات پیدا کئے ہیں کہ اہل بصیرت انہیں دیکھ کر قدرت کی صناعی پر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ ان میں سے کئی مقامات ایسے ہیں جو ذہنی آسودگی کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریوں سے بچانے کے لئے کسی شفاخانے کا درجہ رکھتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرب میں، اس مقام پر جہاں آج کل پیٹرول کے چشمے بہہ رہے ہیں ، یہ گویا وہ تذکرہ ہے مشرقی عرب جانے کا، جسے مسند امام احمد بن حنبل جیسی مستند کتاب میں بیان ہوا ہے۔وہاں کیوں گئے تھے ؟[1]

۔ پاکستان کی حسین ترین وادی چترال کی تحصیل کھورو میں ایک ایسا ہی گرم چشمہ واقع ہیں جہاں پاکستانی فوجی اسکے گرم پانی میں انڈے ڈال کر ابال کر کھاتے رہے ہیں جبکہ اسی گرم چشمے سے چند گز کے فاصلے پر ہی انتہائی شیریں اور ٹھنڈا پانی بھی پہاڑوں کی درزوں سے ابل رہا ہے ۔کھورو کے معروف علاقے زنگ لشٹ اور واشچ کی طرف جاتے ہوئے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع زیوار گول نامی گرم پانی کا چشمہ ابلتا ہے۔اس چشمے تک پہنچنے کے لئے دو گھنٹے تک پیدل چلنا پڑتا۔جو انتہائی دشوار کام ہے۔

[1] ماہنامہ "میثاق" لاہور شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۸۹ء بمطابق صفر المظفر ۱۴۱۰ھ پیشِ نظر ہے(ج۳۸عدد شمارہ۹ص ۴۵۔۴۸)۔اس شمارہ میں "کیا سندھ کو نبی اکرم ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے؟" کے زیر عنوان محترم ڈاکٹر محمد حمید اللہ (ساکن پیرس) کی سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی، سندھ یونیورسٹی جام شورو(پاکستان) میں کی گئی چند سال پرانی ایک تقریر کے ابتدائی حصہ کو جو اس عنوان سے متعلق تھا ٹیپ کی ریل سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی تقریر کی ابتداء میں سندھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اہلِ سندھ سے آپؐ کی ملاقات کے امکان پر گفتگو فرمائی تھی۔بلکہ ماہنامہ "میثاق" کے ادارتی نوٹ کے مطابق "اس ضمن میں اپنی تحقیق کا حاصل سامعین کے سامنے رکھا تھا"۔ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے اس حاصل کے پیشِ نظر اور ان کے ہی حوالہ سے محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (مؤسس وامیر تنظیم اسلامی لاہور) نے اپنی کتاب "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" (استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ از ڈاکٹر اسرار احمد ص ۳۳) میں برصغیر میں اسلام کی آمد اور اشاعت کے ضمن میں سرزمینِ سندھ کی خصوصی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ "سرزمینِ سندھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے"۔اس ضمن میں راقم نے محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے پیش کردہ تمام دلائل کا بغور جائزہ لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس کی حیثیت محض ظن ومفروضہ سے زیادہ کچھ نہیں، لہٰذا ضروری محسوس ہوا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس بات کی حقیقت سے باخبر کروں۔ ذیل میں تمام تمہیدی گفتگو پر کلام کرنے سے گریز کرتے ہوئے صرف اصل موضوع اور ان شواہد پر بحث پیش کی جاتی ہے جنہیں فاضل ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں پیش کیا تھا، چنانچہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سندھیوں سے کب اور کیسے ہوئی؟ اولاً میں مشرقی عرب میں جانے کی بات کرتا ہوں، اس لیے کہ وہیں سے آپؐ سندھیوں سے ملاقات کرسکتے ہیں یا سندھ جاسکتے ہیں۔ مسند احمدؒ بن حنبل حدیث کی مشہور کتاب ہے اور ابن حنبلؒ وہ شخص ہیں جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں، انہوں نے اپنی مسند میں دو صفحات کی ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ عبد القیس کے لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ آئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے چیزیں دریافت کیں، فلاں شہر کیا ابھی موجود ہے؟، فلاں سردار یا فلاں شخص کیا ابھی زندہ ہے؟ ان سوالات پر وہ لوگ حیرت زدہ ہوگئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے ملک اور ہمارے آدمیوں سے ہم سے بھی زیادہ واقف معلوم ہوتے ہیں۔ اس پر مسند احمد بن حنبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو جواب نقل ہوا ہے وہ یہ ہے۔ میں وہاں گیا ہوں، بہت دن تک اس سرزمین کو میرے پاؤں روندتے رہے ہیں، قلعہ مشقر کی چابیاں میں نے حاصل کیں اور چشمہ زہرا پر بھی کھڑا ہوا۔" (ماہنامہ میثاق ج ۳۸ عدد ۹ ص ۴۷)

ان سطور کے متعلق پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ مسند احمدؒ میں دو صفحات کی ایسی کوئی طویل حدیث موجود نہیں ہے جس میں قبیلہ عبد القیس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہونے والے سوالات وجوابات کا محولہ مکمل متن مذکور ہو۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے دو مختلف حدیثوں کے متن کو یکجا خلط ملط کرکے پیش کیا ہے۔ پہلی حدیث بطریق:

عبد اللہ حدثنی ابی ثنا اسماعیل بن ابراہیم قال ثنا عوف حدثنی ابوالقموص زید بن عدی قال حدثنی احد الوفد الذین وفدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عبد القیس قال فذکرہ (مسند احمد، ۴/ ۲۰۶، المکتب الاسلامی بیروت)

مروی ہے مگر مسند احمد کی اس حدیث میں ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ یہ الفاظ موجود نہیں ہیں: "میں وہاں گیا ہوں، بہت دن تک اس سرزمین کو میرے پاؤں روندتے رہے ہیں"۔ البتہ مسند احمد کی ایک دوسری حدیث جو بطریق عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یونس بن محمد ثنا یحیٰی بن عبد الرحمٰن العصری قال ثنا شہاب بن عباد انہ سمع بعض وفد عبد القیس وہو یقول فاذکرہ (مسند احمد، ۴/ ۲۰۶)

مروی ہے، میں بنو عبد القیس کے اس حیرت زدہ قول بابی و امی یا رسول اللہ لانت اعلم باسماء قرانا منا (مسند احمد، ۴/ ۲۰۶) کے جواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مذکور ہے: انی قد وطئت بلادکم وفسح لی فیہا (مسند احمد، ۴/ ۲۰۶)۔ اس دوسری حدیث میں ڈاکٹر صاحبؒ موصوف کا بیان کردہ اگلا جملہ (یعنی: قلعہ مشقر کی چابیاں میں نے حاصل کیں اور چشمۂ زہراء پر بھی کھڑا ہوا ہوں) موجود نہیں ہے۔ یہ جملہ اوپر بیان کی گئی پہلی حدیث میں اس طرح مذکور ہے: "فو اللہ لقد دخلتہا واخذت اقلیدہا --- وقفت علی عین الزارۃ (مسند احمد، ۴/ ۲۰۶) واضح رہے کہ جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قلعہ مشغل اور چشمۂ زہراء کا تذکرہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنی تقریر میں کیا ہے وہ ہر دو حدیثوں میں سرے سے مذکور نہیں ہے البتہ اصل حدیث میں "المشقر" اور "عین الزارۃ" کے نام ضرور ملتے ہیں۔

اب مسند احمد کی ان دو حدیثوں کا مرتبہ و مقام بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اول الذکر حدیث کے طریق میں ایک راوی "عوف بن ابی جمیلہ ابو سہل الاعرابی العبدی البصری" ہے جس کو بعض محدثین نے "ثقہ" ضرور بتایا ہے لیکن ائمہ جرح وتعدیل کا ساتھ ہی یہ قول بھی ہے کہ: "وہ قدری اور تشیع کرنے والا تھا۔" بندارؒ نے اس راوی کے متعلق تو یہاں تک فرمایا ہے:

"واللہ لقد کان عوف قدریًا رافضیًا شیطانا"

تفصیلی ترجمہ کے ساتھ تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ، سوالات محمد بن عثمانؒ، تاریخ یحییٰ بن معینؒ، علل لابن حنبلؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ الصغیر للبخاریؒ، سوالات حاکمؒ، جرح و والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبیؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، مقدمہ صحیح مسلمؒ اور مشاہیر علماء المصار (مسند احمد، ۴/۲۰۶) وغیرہ کی طرف مراجعت مفید ہوگی۔

زیر مطالعہ سند میں ضعف کی ایک دوسری علت "مجہول" راوی کی موجودگی ہے جس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ملتا ہے:

حدثنی احد الوفد الذین وفدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عبد القیس۔

"مجروح" اور "مجہول" رواۃ کی موجودگی کے باوجود اگر کوئی شخص اس حدیث کو "ضعیف" نہ کہہ کر "صحیح یا ثابت" اور "یقینی اور حتمی" سمجھتا ہو اسے ہم اس شخص کی کم عقلی یا حدیث شناسی کے مزاج سے ناآشنا ہی کہیں گے۔

مسند احمد کی اول الذکر روایت کی طرح اس کی آخر الذکر حدیث بھی محل نظر ہے۔ اس طریق کے ایک راوی "یحییٰ بن عبد الرحمٰن العصری البصری" کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں:

لا یعرف لہ عن شہاب بن عباد میزان الاعتدال للذہبیؒ ۳/۳۰۵ (مسند احمد، ۴/۲۰۶) اور علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: "لم اعرفہ" (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیثمیؒ ج ۹ ص ۲۶۸)

محدث عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی اس راوی کے متعلق ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: "عصری کے علاوہ اس طریق کے باقی رجال ثقات ہیں۔" (سلسلۃ الاحادیث الصحیح للالبانی ج ۴ ص ۴۶۱؛ تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ ص ۸۹۔ سوالات محمد بن عثمانؒ ص ۶۹۔ تاریخ یحییٰ بن معینؒ ج ۴ ص ۱۴۰۔ علل لابن حنبلؒ ج ۱ ص ۱۳۴۔ تاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۴ / ۱ ص ۵۸۔ تاریخ الصغیر للبخاری ج ۲ ص ۸۵۔ سوالات حاکمؒ ترجمہ ۴۴۴۔ جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج ۳ / ۲ ص ۱۵۔ ضعفاء الکبیر العقیلیؒ ج ۳ ص ۴۲۹۔ مقدمہ صحیح مسلمؒ ص ۶۔ مشاہیر علماء المصار ترجمہ ۱۵۱۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اس طریق میں بھی "جہالت" موجود ہے جو ان الفاظ میں مذکور ہے: انہ سمع بعض وفد عبد القیس وھو یقول ---
پس ثابت ہوا کہ محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے مسند احمد کی جن روایات کو دلیل بلکہ ان کے اپنے الفاظ میں "قطعی ثبوت" (میزان الاعتدال للذہبیؒ ج۴ ص۳۹۳) کے طور پر پیش کیا تھا وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

اب محترم ڈاکٹر صاحبؒ کی تقریر کا اگلا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

"مشرقی عرب میں آپ کیوں گئے تھے، اس کا ایک دوسری روایت سے ہمیں پتہ چلے گا جو حدیث کی کتابوں میں نہیں بلکہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ ابن حبیب ایک بڑا مشہور مؤرخ گزرا ہے جس کی وفات ۲۴۵ ہجری میں ہوئی۔ اس کی کتاب "المحبر" میں "عرب کے میلے" کے نام کا ایک باب موجود ہے۔ ان میلوں کے سلسلے میں جو ہر سال لگا کرتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ عرب کے مشرق میں "دباء" نامی ایک مقام ہے (جو متحدہ عرب امارات میں حدیرہ نامی بندرگاہ کے شمال میں اب بھی موجود ہے) --- دباء میں سالانہ میلہ فلاں تاریخ کو ہوتا تھا۔ اس میں فلاں فلاں قسم کا سامان فروخت کے لیے آتا تھا۔ اس میں شرکت کرنے والے لوگ ہندی، سندھی، چینی، رومی، ایرانی، مشرق والے اور مغرب والے ہوتے تھے۔ یہ الفاظ ہیں جو ترجمہ کر کے میں نے آپ کو سنائے ہیں اور اس میں سندھ کا ذکر صراحت کے ساتھ آتا ہے --- اس واسطے سے گمان کیا جا سکتا ہے کہ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر اس بڑے میلے میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوں گے اور وہاں چینیوں سے اور دیگر لوگوں سے بھی ملے ہوں گے۔ وہ مشہور حدیث کہ "علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے چاہے چین ہی جانا پڑے" --- غالباً اس کی وجہ یہی ہو گی کہ رسولؐ اللہ نے دباء کے بازار میں چینی تاجروں کے پاس ان کا پیش کردہ سامان دیکھا ہو گا جن میں چینی ریشم اور دیگر سامان جو وہ لائے تھے آپؐ نے دیکھا ہو گا اور آپؐ متاثر ہوئے ہوں گے کہ اتنی اچھی صنعت ان کے ملک میں ہوتی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ہو گا کہ "علم سیکھو چاہے چین جیسے دور دراز کے ملک ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔ غالباً رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا ہو گا کہ تم کتنی دور سے آئے ہو؟ چینیوں نے کہا ہو گا کہ ہم دو ماہ کی مسافت سے چل کر آئے ہیں ---"۔ اس واقعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو موقع ملا تھا کہ سندھیوں کو دیکھیں۔ ممکن ہے کہ اور آگے جا کر سندھ میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے ہوں۔" (ماہنامہ میثاق ج۳۸ عدد۹ ص۴۶ سطر۱۷)

پہلے ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ بالا تاریخی شہادت کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ محمد بن حبیب جو امام ابن قتیبہ الدینوریؒ کے شیوخ میں سے گزرے ہیں، اسواق العرب قبل از اسلام کی بابت اپنی کتاب "المحبر" میں بیان کرتے ہیں: ثم سوق دباء وھی احدی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرضتی العرب بایھا تجار السند والہند والصین واھل المشرق والمغرب فیقوم سوقھا أخر یوم من رجب۔(المحبر لابن حبیب ص ۲۶۵و۲۶۶ طبع حیدر آباد)

"دباء کے اسی میلہ کا ذکر محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب Introduction to Islam میں ابن الکلبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے (۱۷)۔ عین ممکن ہے کہ محمد بن حبیب نے کتاب المحبر میں دباء کے جس بازار کا تذکرہ کیا ہے وہ ابن الکلبی کی تحقیق سے ہی ماخوذ ہو۔ یہ ابن الکلبی کون ہے، یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر ابن الکلبی سے محترم ڈاکٹر صاحب کی مراد "محمد بن سائب بن بشر ابو النفر الکلبی الکوفی" ہے تو وہ عند المحدثین "کذاب، ساقط، لعین، لشئ، متروک الحدیث، ضعیف، کٹر رافضی اور ناقابل اعتبار" ہے۔(ضعفاء والمتروکین لابن الجوزیؒ ج۳ص ۶۲۔ تحقیق الغایہ للزاہدی ص ۳۳۲۔ نصب الرایہ للزیلعیؒ ج۳ص ۲۸۰، ۴۳۰، ۳۰۸، ۳۹۴، ۴۱۷۔ سنن الکبریٰ للبیہقیؒ ج ۶ ص ۲۶۱، ج ۱۰ ص ۲۹۰۔ سنن للدار قطنیؒ ج ۳ ص ۱۳۰، ۲۳۰، ۲۶۲۔ موضوعات لابن الجوزیؒ ج ۱ص ۴۷، ۳۷۳، ج۳ص ۲۳۰۔ تاریخ یحییٰ بن معینؒ ج۳ص ۲۸۰، ۴۰۹، ۵۴۳۔ علل لابن حنبلؒ ج ۱ص ۱۹۸۔ تاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۱ص ۶۷۔ جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج۳ص ۲۷۰۔ مجروحین لابن حبانؒ ج ۲ص ۲۵۳۔ کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۶ ترجمہ ۲۱۲۷۔ ضعفاء والمتروکین للدار قطنیؒ ترجمہ ۴۶۷۔ ضعفاء والمتروکین للنسائیؒ ترجمہ ۵۱۴۔ میزان الاعتدال للذہبیؒ ج۳ص ۵۵۹۔ تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج۹ص ۱۸۰۔ تقریب التہذیب لابن حجرؒ ج ۲ص ۱۶۳)۔

مگر قرائن بتاتے ہیں کہ یہ "ابن الکلبی" محمد بن سائب نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص ہے کیونکہ محترم ڈاکٹر صاحب کی تصریح کے مطابق اس ابن الکلبی کا سنہ وفات ۸۱۹ء ہے اور یہ ایک مؤرخ اور قبل از اسلام عرب کی نوادرات کا ماہر ہے۔

مگر اس تاریخی شہادت سے زیادہ سے زیادہ جو بات پتہ چلتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان اور سندھ سے تجار بھی اور دوسرے ممالک کے تجار کی طرح دباء کے سالانہ بازار میں اپنا اسبابِ تجارت لے کر آتے تھے۔ اس تاریخی شہادت سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعتاً دباء نامی مقام تک تشریف لے گئے تھے، یا آپ ﷺ نے دباء کے میلہ میں جو سال میں صرف ایک مرتبہ یعنی ماہ رجب کے آخری دن لگتا تھا ضرور شرکت فرمائی تھی۔ تمام مستند تاریخی کتب صرف اس حد تک بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سالہ عمر میں نبوت سے قبل حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت لے کر دوسری بار شام کے سفر پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کا قافلہ وادی الظہران، وادی القریٰ، مدائن اور ارض ثمود وغیرہ سے گزرتا ہوا بصرہ پہنچا جہاں آپ ﷺ نے شام کے عیسائی پادریوں اور راہبوں کو دیکھا اور ان سے گفتگو فرمائی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی ٹھوس اور قابلِ شہادت پیش نہیں کی ہے۔ جہاں تک مشہور حدیث "اطلبوا العلم ولو بالصین فان طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم" کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ یہ روایت بھی صحیح و سقیم احادیث پرکھنے کی کسوٹی پر کھری ثابت نہیں ہوتی بلکہ محدثین عظام میں سے امام بیہقیؒ کے نزدیک مشہور لیکن ضعیف الاسناد، حافظ ابن الصلاحؒ اور امام حاکمؒ کے نزدیک مشہور لیکن غیر صحیح، ابو علی نیشاپوریؒ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں، امام احمد بن حنبلؒ اور ابن راہویہؒ کے نزدیک اس باب کی ہر روایت غیر ثابت ہے، امام ابن الجوزیؒ کے نزدیک یہ سب روایات غیر ثابت، واہیات بلکہ کچھ تو موضوع بھی ہیں۔ محدث عصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانیؒ نے اس کو "باطل" قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے تحقیقی مقالہ طبع در ماہنامہ "محدث" لاہور ملاحظہ فرمائیں (ماہنامہ محدث لاہور ج۱۸ عدد شمارہ۔۔۔ بمطابق شوال تا ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)۔

اب ڈاکٹر صاحبؒ کے خطبہ کا اگلا اقتباس ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"اسی تذکرہ میں ابھی آپ ﷺ نے سنا کہ ہند کا بھی ذکر ہے یعنی ہندوستان کا بھی جس کا بعد میں ایک اور حدیث میں ہمیں ثبوت ملتا ہے۔ ایک دن بعض لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے دور سے مدینہ آئے۔ سیدنا نے پوچھا۔۔۔ "یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستانیوں کے سے نظر آتے ہیں۔۔" بعینہٖ یہی الفاظ ہیں جو حدیث میں موجود ہیں اور یہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جس نے ہندوستانیوں کو اور ہندوستانیوں کے لباس کو دیکھا ہو۔ یہ لوگ یمن کے ایک قبیلہ کے لوگ تھے جو مسلمان ہونے کے لیے آئے تھے۔" (ماہنامہ میثاق لاہور ج۳۸ عدد۹ ص۴۸)

ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے مشہور مؤرخین میں سے ابن ہشام، طبری، ابن سعد، ابن اثیر، اور ابن کثیر رحمھم اللہ نے اپنی۔۔۔ میں بیان کیا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو یمن بھیجا، انہوں نے اطلاع بھیجی کہ قبیلہ بنو حارث بن کعب مسلمان ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو خط لکھا کہ اب مدینہ واپس آجاؤ اور نو مسلم قبیلے کے چند لوگوں کو بھی ساتھ لے آؤ۔ جب وہ آئے تو ان کے ساتھ قبیلہ بنی حارث بن کعب کے نو مسلموں میں قیس بن الحصین ذوالعصۃؓ، یزید بن عبد المدانؓ، یزید بن المحجلؓ، عبد اللہ بن قراد الزیادیؓ، شداد بن عبید اللہ القصانیؓ اور عمرو بن عبد اللہ النصیابیؓ وغیرہ شامل تھے۔ انہیں دور سے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: من ھٰؤلآء الذین کانھم رجال الھند؟ "یہ کون لوگ ہیں جو اہلِ ہند کے سے معلوم ہوتے ہیں؟"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ کو موقع ملا تھا کہ سندھیوں کو دیکھیں!

اس کا ایک دوسری روایت سے ہمیں پتا چلے گا اور یہ حدیث کی کتابوں میں نہیں، تاریخ کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک کو علی تقدیر صحت "دباء" کے میلہ یا سندھ یا ہندوستان تک آپ ﷺ کی تشریف آوری کے زیر اثر کہنے کی بجائے ارضِ شام کے ہر دو تجارتی سفروں کے تجربات و مشاہدات کے زیرِ اثر کہنا زیادہ محتاط اور معقول بات ہے کیونکہ ان مقامات تک آپ ﷺ کا سفر موقوف نہیں ہے، البتہ سراندیپ (سری لنکا)، سندھ، ہندوستان، ایران، روم، برِاعظم افریقہ کے جنوب مشرقی سواحل، یمن، بحر عرب اور خلیج فارس کے مختلف جزائر کے باشندوں کی بصری یا دوسری نواحی تجارتی منڈیوں میں آمد و رفت کتبِ تاریخ میں بکثرت مذکور و ثابت ہے۔

پھر اس وفد کے لوگوں کو دیکھ کر ہندوستانی باشندوں کے مشابہ بیان کرنا بھی قطعی طور پر معلوم اور ثابت نہیں ہے۔ وفد بنی الحارث کے اس واقعہ کو ابن ہشامؒ نے "سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" (سیرۃ الرسول لابن ہشامؒ ج ۴ ص ۵۹۴ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت) میں اور ابن کثیرؒ نے "بدایۃ والنہایۃ" (بدایۃ والنہایۃ لابن کثیرؒ ج ۵ ص ۹۸ طبع دارالفکر بیروت) میں ابن اسحاقؒ سے بلاسند نقل کیا ہے۔ طبریؒ نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنی "تاریخ" میں نقل کیا ہے، مگر ابن اثیرؒ کی "کامل فی التاریخ" (کامل فی التاریخ لابن اثیرؒ ج ۲ ص ۱۹۹ و ۲۰۰ طبع دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۳ء) میں اس قول کا سرے سے کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ جہاں تک "طبقات الکبریٰ" میں اس جملہ کے مذکور ہونے کا تعلق ہے تو مؤلف رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو بیان کرتے وقت سندِ روایت کا التزام کیا ہے جو اس طرح ہے:

قال اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی ابراھیم بن موسیٰ المخزومی عن عبد اللہ بن عکرمۃ بن عبد الرحمٰن بن الحارث عن ابیہ قال فذکرہ۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعدؒ ج ۱ ص ۳۴۰ و ۳۴۱ طبع دار صادر بیروت)

مگر اسے بھی محض اتفاق ہی کہئیے کہ ابن سعدؒ کا مذکورہ طریق بھی ہالک ہے اس میں "محمد بن عمر" دراصل مشہور مؤرخ "محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی المدنی القاضی نزیل بغداد" ہے جس کے کذاب، متروک، غیر ثقہ اور وضّاع وغیرہ ہونے پر علمائے جرح والتعدیل کا اتفاق ہے۔ واقدی کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں (تاریخ یحییٰ بن معینؒ ج ۳ ص ۱۶۰۔ ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ج ۴ ص ۱۰۷۔ جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ج ۴ ص ۲۰۔ مجروحین لابن حبانؒ ج ۲۹۰۔ کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ج ۶ ترجمہ ۲۲۴۵۔ ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ترجمہ ۵۳۱۔ ضعفاء والمتروکون للدار قطنیؒ ترجمہ ۴۷۷۔ ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۳۳۴۔ میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳ ص ۶۶۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانیؒ ۹/۳۶۸)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں میں ہے کہ ابن حبیب ایک بڑا مشہور مورخ گذرا ہے ۲۴۵ ھ میں اس کی وفات ہوئی ہے، اس کی "کتاب المحبر"[1] میں عرب کے میلے" اس نام کا ایک باب ہے ان میلوں کے سلسلے میں جو ہر سال کے بعد لگا کرتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ عرب کے مشرق میں بداء نامی ایک مقام ہے یہ اب بھی موجود ہے، یونائیٹڈ عرب ایمریٹس میں فجیرہ نامی بندرگاہ[2] کے شمال میں موجود ہے، لکھا ہے کہ دبا میں سالانہ میلہ فلاں تاریخ کو ہوتا تھا اس میں فلاں فلاں قسم کا سامان فروخت کے لئے آتا تھا، اور اس میں شرکت کرنے والے ہندی سندھی، چینی، روی، ایرانی، مشرق والے مغرب والے ہوتے تھے۔ یہ الفاظ ہیں جو میں نے بجنسہ آپ کو ترجمہ کرکے سنایا ہے، اس میں سندھ کا لفظ صراحت سے آتا ہے، اس واقعے سے گمان کیا

---

[1] یہ ابن حبیب کی بہترین کتاب ہے اور تقریباً ہر تذکرہ نویس نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا واحد مخطوطہ برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ۱۹۳۳ء میں اپنے کسی مقالہ کے سلسلہ میں اس سے استفادہ کیا تھا۔ پھر انہی کی تحریک پر اس کے فوٹو حیدرآباد دکن منگوائے گئے۔ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ نے اس مخطوطہ کی تصحیح اور طبع و نشر کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ کو مقرر کیا۔ انہوں نے انتہائی دیدہ ریزی سے اس کتاب کی تصحیح کا کام مکمل کیا۔ یہ ایک دشوار اور دقت طلب کام تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ قلمی نسخہ بہت پرانا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کا تقابل کرنے کے لیے کوئی دوسرا نسخہ دستیاب بھی نہیں تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس علمی کام کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس کام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کے صرف ایک باب (یعنی ابتدائی اکیس اوراق) کو ایڈٹ اور ترجمہ کرنے پر لشتن اشٹیر کو آکسفورڈ یونیورسٹی نے ۱۹۳۸ء میں ڈی فل کی ڈگری عطا کی۔ مکمل تصحیح کے بعد یہ کتاب ڈاکٹر حمید اللہ کے ایک جامع تعارفی مضمون کلمۃ الختام الکتاب کے ساتھ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سے پہلی بار ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی۔ حال ہی میں ادارہ قرطاس کراچی نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

[2] فجیرہ (عربی: الفجیرۃ) متحدہ عرب امارات کی سات ریاستوں میں سے ایک ریاست ہے اور خلیج عمان پر واقع واحد ریاست ہے جبکہ متحدہ عرب امارات کی دیگر چھ ریاستیں خلیج فارس پر واقع ہیں۔ 2 دسمبر 971ء میں فجیرہ عرب امارات کی ریاستوں میں شامل ہوا۔ 1902ء سے 1952ء تک فجیرہ کا پرچم سادہ اور سرخ رنگ کا تھا۔ 1952ء میں فجیرہ کے شیخ نے پرچم میں ریاست کے نام "فجیرہ" کا اضافہ کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے کہ غالباً رسول اکرم ﷺ اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکراس بڑے میلے میں شرکت کیلئے تشریف لائے ہو نگے ،اور وہاں چینیوں سے بھی ملے ہوں گے، سندھیوں سے بھی ملے ہوں گے اور دیگر لوگوں سے بھی۔ایک Digeretion کے طور پر میں عرض کرتا ہوں کہ مشہور حدیث علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے چین ہی جانا پڑے، علم سیکھو چاہے چین ہی جانا پڑے۔[1] غالباً اس کی وجہ یہی ہو گی کہ رسول اللہ ﷺ اہل علم نے "بدا" کے بازار میں چینی تاجروں کے پاس ان کا پیش کردہ سامان دیکھا ہو گا، چینی ریشم ، چینی پور سلین اور خدا جانے کیا کیا وہ چیزیں لائے تھے۔اور اس سے آپ ﷺ متاثر ہوئے تھے کہ اتنی اچھی صنعت ان کے ملک میں ہے۔چنانچہ ایک عام ارشاد ہوا علم سیکھو ! چاہے چین جیسے دور دراز ملک ہی میں کیوں نہ ہو ' غالباً پوچھا ہو گا کہ تم کتنے دور سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہو گا کہ ہم دو مہینے چل کر آئے ہیں اس زمانے میں ریلیں اور ہوائی جہاز تو تھے نہیں۔اس واقعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو موقع ملا تھا کہ سندھیوں کو دیکھیں۔ممکن ہے کہ اور آگے جاکر سندھ میں تجارت کیلئے تشریف لے گئے ہوں۔اسی تذکرہ میں آپ نے ابھی سنا ہے کہ ہند کا بھی لفظ ہے

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہؒ معروف معنوں میں محدث نہ تھے بلکہ مؤرخ تھے اس لیے وہ خطبات میں بعض ضعیف یا موضوع روایات سے استدلال کرتے تھے۔ تحقیق حدیث کے سلسلہ میں فن حدیث کے اصول و قواعد کی پابندی کی بجائے آپ تاریخی تحقیق کے منہاج کو ہی کافی سمجھتے تھے۔مزید تفصیلی مطالعہ کیلئے:ماہنامہ محدث، ڈاکٹر حمید اللہؒ نمبر،لاہور، فروری،2003،ص72۔ماہنامہ دعوۃ،اسلام آباد، جلد9،شمارہ10،ص31

اطلبو العلم ولو كان بالصين کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہمارے محدثین ٹیکنیکل نقطۂ نظر سے معترض ہیں۔یہ روایت ضعیف کی بجائے موضوع ہے۔اس کی تفصیل کیلئے:میزان الاعتدال 1/151، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، 1/413؛ تنزیہ الشریعۃ، 1/285؛ فیض القدیر، 1/542

تاہم شاید ڈاکٹر صاحبؒ کے پیش نظر یہ الفاظ ہیں:
اطلبو العلم ولو كان بالصين فان طلب العلم الفريضة على كل مسلم، ان الملائكة تضع اجنحتها لطالب العلم رضى بنا يطلب المتقى الهندى، كنز العمال، باب الترغيب فى العلم، ادارہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، الطبعۃ الثانیہ، 10/79؛ تاریخ بغداد، 9/364

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوستانیوں کا بھی ، اس کا بعد میں ایک اور حدیث میں ہمیں ثبوت ملتا ہے۔ایک دن کچھ لوگ دور سے آئے مدینہ اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستانیوں کے سے نظر آتے ہیں؟ یہ بعینہ الفاظ ہیں حدیث میں، اور یہ وہی شخص کہہ سکتا ہے، جس نے ہندوستانیوں کو دیکھا ہو اور ہندوستانیوں کے لباس کو بھی۔وہ تھے یمن کے ایک قبیلہ کے لوگ جو مسلمان ہونے کے لیے آئے تھے۔اس طرح ایک چیز جو میں آپ سے عرض کرنا چاہتا تھا سندھ کے سلسلے میں! وہ یہ ہے کہ سیرت محمدی ﷺ میں،سیرت النبی ﷺ سے قبل، آپ کے نبی بننے سے قبل سندھ کا ذکر آتا ہے۔دوسری چیز سیرت النبی ﷺ کے سلسلے میں آئے گی وہ یہ ہے کہ ہر شخص کو ایک خاص موضوع سے دلچسپی ہوتی ہے اور مجھے رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ ڈپلومیسی (Diplomacy)سے دلچسپی رہی۔اسی پر میں نے کام کیا،کتابیں بھی شائع کیں اور علمی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔اس طرح کی قدیم ترین کتاب مجھے سندھ کے سلسلے میں ملتی ہے۔ابوجعفر الدیبلی ایک پرانے مؤلف ہیں، انہوں نے مکتوبات نبویہ[1] ﷺ کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے مختلف بادشاہوں، قبیلے کے سرداروں کے نام ”جو الحمد اللہ! اب تک محفوظ ہے“ ابن طولون کی ”اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین“[2] میں ضمیمہ کے طور پر شامل ہے، کچھ عرصہ قبل وہ

---

[1] ”فرمان نبوی ترجمہ و شرح مکاتیب النبی ﷺ“ تیسری صدی ہجری کے معروف محدث ابو جعفر الدیبلی السندی رحمۃ اللہ علیہ کی نبی کریم ﷺ کے مختلف مکتوبات پر مشتمل عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ترجمہ کی سعادت مولانا محمد عبدالشہید نعمانی نے حاصل کی ہے موصوف نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان مکاتیب کی جستجو و عرق ریزی سے محققانہ شرح بھی تحریر کی ہے۔نیز جن اہل قلم نے مکاتیب النبی ﷺ پر تحقیقی کام کیا ہے ان پر ناقدانہ نظر بھی ڈالی ہے۔

[2] ابن طولون الصالحی (880 - 953ھ / 1475 - 1546 AD)، وہ محمد بن علی بن احمد ابن علی بن خمارا ویہ بن طولون الدمشقی الصالحی الحنفی، شمس الدین، دمشقی مورخ اور فقیہ ہیں۔الصالحیہ میں حاجبیہ اسکول کے قریب اوپری تیر میں پیدا ہوا، جسے ابن طولون الصالحی کے نام سے جانا جاتا ہے۔آپ کی ولادت آٹھ سو اسی میں ربیع الاول کے مہینے میں دمشق کے شہر دمشق میں کوہ قاسیون کے دامن میں ہوئی اور وہ بغیر ماں کے یتیم ہو کر پلے بڑھے۔ان کی رومی ماں (ازدان) کا انتقال ہو گیا۔طاعون کے مرض

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں جب وہ بچہ تھا تو ابن طولون اپنے والد اور چچا جمال الدین ابن یوسف ابن طولون کی نگرانی میں رہتا تھا اور اس نے خطاطی سیکھی تھی۔ اس کے گھر کے قریب حاجبیہ اسکول کے دفتر میں۔ اس نے اپنے وقت کے سب سے مشہور الکوفی کے دفتر میں، العساکرہ مسجد میں قرآن مجید حفظ کیا۔

اس نے ان کے ایک گروہ کو سنا اور پڑھا۔ جج ناصر الدین ابو البقا بن رزین۔ الخطیب سراج الدین الصرافی۔ الجمال یوسف بن عبد الہادی المبرد کے نام سے مشہور ہیں۔ شیخ ابو الفتح السکندریہ المازی۔ ابن النعیمی

اس نے اپنے چچا جمال ابن طولون سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور اس نے السیوطی سے مصریوں کے ایک گروہ اور حجاز کے دوسرے لوگوں کو لکھنے کا لائسنس لیا، امام ابو حنیفہؒ کے عقیدہ کے مطابق اس نے فقہ میں "المختار" کو حفظ کیا۔ النعمان نے اسے شیخ زین الدین ابن العینی الصالحی کے سامنے پیش کیا، پھر اصول فقہ میں کتاب "المنار" حفظ کی۔ ملی کمپنڈیم) گرامر میں امام جمال الدین ابن مالک، (تعارف الاجرومیہ) از امام ابو عبد اللہ ابن عمرم، (حدیث کی کتاب) از امام ابو عبد اللہ العدی، اور (تعارف الجزائری) شیخ القرآن شمس الدین بن الجزری کی طرف سے، اور اسے 94 میں حنفی شیخ عز الدین بن الحمرا، شافعی شیخ تقی المعروف، سمیت ایک گروہ کے سامنے پیش کیا۔ - دین بن قادی عجلون، حنبلی شیخ شہاب الدین العسکری، اور دیگر۔ انہوں نے مختلف علوم میں حصہ لیا، یہاں تک کہ اظہار اور طب میں بھی، اور الغازی نے الکوکب السیر میں ذکر کیا ہے کہ شیخ المسلک احمد ابن الشیخ جو خدا تعالیٰ کو جانتے ہیں، سلیمان الشلخ الصوفی، کہا: میں اپنے والد کے ساتھ تھا جب شیخ شمس الدین ابن طولون مہمان کے طور پر تشریف لائے، جب وہ بیٹھ گئے تو ایک فقیر سامنے آیا اور میرے والد کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ اس کا خواب اور یہ کہ وہ کالا تھا۔ شیخ سلیمان نے کہا: یہ ہے ہمارے آقا شیخ شمس الدین آپ کو اس خواب کی وضاحت کر رہے ہیں، تو شیخ نے شمس الدین کہا: یہ خواب اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خواب دیکھنے والا بدعتی ہے جو سنت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کالا پن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت نہیں ہے، اور خواب دیکھنے والے کی حالت کا حکم دیتا ہے، اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور کی پیروی کر رہا ہے۔ تو اس شخص نے اس سے پناہ مانگی اور کہا: میرے عقیدہ میں کوئی چیز نہیں، اس سے شیخ نے کہا: تم کسی چیز میں سنت کی خلاف ورزی کر رہے ہو، اس لیے تمہیں اس سے توبہ کرنی چاہیے، اس نے کہا: میں کرتا ہوں۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ شاید میں نماز سے غافل ہو گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دمشق میں شائع بھی ہو چکی ہے۔اس طرح آپ دیکھتے ہیں سیرت النبی ﷺ کا تعلق سندھ سے بڑا قدیم ہے۔

عربی زبان قیامت تک کیلئے سارے مسلمانوں کی مادری زبان ہے!

اس کے بعد ایک چیز میں اور عرض کروں گا، مجھے آپ معاف فرمائیں! وہ یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی زبانیں ہیں، ہر شخص کو اپنی زبان عزیز ہوتی ہے یقینا آپ کو سندھی زبان عزیز ہوگی، لیکن ایک چیز نہ بھلائیے گا! وہ یہ ہے کہ امہات المؤمنین رسول اکرم ﷺ کی زوجات مطہرات ہماری ماں ہیں، ام

ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہی ہے، کیونکہ نماز دین کا ستون ہے، اور سنت کی خلاف ورزی نماز چھوڑنے سے بڑھ کر ہے، تو اس شخص نے پوچھا، اور شیخ؟ اس سے توبہ کرنے کا عہد لیا۔

شیخ شمس الدین ابن طولون سے قابل ذکر لوگوں کا ایک گروہ نقل کیا گیا ہے، اور ان میں سے بعض نے ان کی زندگی میں کمال کیا:
شیخ شہاب الدین الطبی، مبلغین اور علم حدیث کے شیخ۔ شیخ علاء الدین بن عماد الدین۔ شیخ نجم الدین البھناسی، دمشق کے مبلغ، ان سے سیکھنے والوں میں شیخ الاسلام شیخ اسماعیل النبلسی، شافعی مفتی، شیخ زین الدین ابن سلطان، حنفی مفتی، اور شیخ الاسلام شمس الدین الشاوی، الغازی کے زمانے میں شافعی مفتی، ترجمے کے مصنف، شیخ الاسلام شہاب الدین الوفاعی، الغازی کے وقت کے حنبلی مفتی، ترجمے کے مصنف، اور ان کے رشتہ دار، جج اکمل بن مفلح اور دیگر، شیخ شمس الدین نے بھلے ہی شاعری کی ہو، لیکن ان کی شاعری کم ہونے کے باوجود اتنی اچھی نہیں تھی۔ اپنے عاشق پر رحم کرائے راشا... خدا تجھ پر رحم کرے، میرے آنسو خشک ہو گئے۔

تالیفات: ابن طولون نے اپنی کتاب "The Charged Astronomy" میں اپنی کتابوں کے نام ذکر کیے ہیں۔ معاصر محققین نے ان کی پیروی کی، اور وہ جدید علوم اور دیگر مذہبی اور ادبی تحقیق پر (757) کتابیں ہیں۔ ان میں سے بہت سے چھوٹے حروف ہیں، اور کچھ ایک یا کئی جلدوں کے ہیں۔ یہ بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ مصری عالم احمد تیمور کی لائبریری میں ان کی بڑی تعداد موجود ہے۔ اس نے اپنی ہینڈ رائٹنگ میں بہت سی کتابیں لکھیں اور ساٹھ جلدوں کی تشریح کی، جسے اس نے "تبصرے" کہا، جن میں سے اکثر اس نے جمع کیں اور ان میں سے کچھ دوسروں نے لکھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المؤمنین کے نام سے جن کو یاد کرتے ہیں، جب وہ ہماری ماں ہیں، تو ان کی زبان ہماری مادری زبان ہو گی، لہذا عربی زبان آپ کے لئے اجنبی نہیں ہونی چاہیے، عربی زبان سارے مسلمانوں کی قیامت تک کے لئے مادری زبان ہے۔اوراس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نہ یہ صرف ہماری مادری زبان ہے بلکہ ہمارے دین کا ایک ذخیرہ بھی اسی کے اندر میں ہے، قرآن بھی اسی میں ہے، حدیث بھی اسی کے اندر ہے، ہماری ابتدائی دینی کتابیں فقہ وغیرہ کی سبھی اسی میں ہیں۔اور اپنی مادری زبان سے دلچسپی رکھتے ہوئے اسکو سیکھتے ہوئے اس پر عبور رکھتے ہوئے اور اس کو علم سے مالا مال کرتے ہوئے بھی، ہم میں سے ہر شخص کا چاہے کسی ملک کا کیوں نہ ہو اسکا فریضہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی مادری زبان بھی یعنی عربی سے بھی تعلق رکھے۔[1]

وہ ہمارے لئے ایک نمونہ عمل اور قابل تقلید چیز ہیں

سیرت النبی ﷺ ایک بہت وسیع موضوع ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اور انبیاء علیہم السلام کے برخلاف ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی بنا کر بھیجا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ'' لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''[2] وہ ہمارے لئے ایک نمونہ عمل اور قابل تقلید چیز ہیں۔یہ عام الفاظ میں بیان ہوا ہے اس لئے آپ اسوۃ حسنہ ہیں ایک بادشاہ کے لئے بھی، فقیر کے لئے بھی، مالدار کے لئے بھی، مفلس کے لئے بھی، بڑے کے لئے بھی ،بوڑھے کے لئے بھی، تاجر کے لئے بھی، طالب علم کے لئے بھی، ہر ایک شعبہ حیات میں آپ ﷺ ہمارے لئے ایک نمونہ عمل ہیں، یقیناً طلباء کے لئے اور کسی درسگاہ علمی کے افراد کے لئے بھی وہ اسوۃ حسنہ ہیں۔

کتنی ولولہ انگیز چیز ہے ایک اُمی شخص کا لکھنا!

اس لحاظ سے میں کچھ تو آپ ﷺ کی علمی زندگی کے سلسلے میں یا علم کے متعلق آپ ﷺ کے احکام کے سلسلہ میں بعض چیزیں عرض کروں گا اور کچھ اور چیزوں کے متعلق جن سے انسان ششدر ہو

[1] إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔ (یوسف:2)

[2] الاحزاب:21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ کتنی ولولہ انگیز چیز ہے کہ ایک اُمی شخص ﷺ کو لکھنا پڑھنا بالکل نہیں آتا تھا' سب سے پہلا حکم جو وحی کے ذریعے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ''اقراء! پڑھ!اور دینی کتابیں بھی موجود ہیں توریت، انجیل، آغشتہ دید، فلاں ،فلاں، کسی میں علم کی یہ عزت افزائی نہیں کی گئی ہے جو قرآن مجید میں ہوئی ہے۔سب سے پہلی وحی اقراء کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد ہی دو تین سطر نیچے بعد کی آیتوں میں قلم کی تعریف کی گئی ہے "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ"[1] یعنی قلم ہی وہ واسطہ ہے جس سے انسان ان چیزوں کو سیکھتا ہے جو اسے معلوم نہیں ہوتی ہیں، ہمارے اجداد کی معلومات اگر قلم نہ ہوتا تو مدون صورت میں ہم تک نہ پہنچتیں اور ہم ان سے استفادہ نہ کرتے، علم کی ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے جب پرانی معلومات سے ہم واقف ہوں اور اس میں اپنی طرف سے اضافہ کر سکیں، اس حکم کے ملنے پر رسول اکرم ﷺ نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہیں دیا، بلکہ ساری عمر اس پر عمل فرماتے رہے۔میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس حکم آنے کے بعد کچھ لکھنا بھی سیکھ لیا، خطاط نہیں بنے لیکن بہر حال کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ لیا کیونکہ جو آپ ﷺ دوسرے کو حکم دیتے تھے اس پر پہلے خود عمل کرتے تھے، یہ نہیں کہ دوسروں کو حکم دیں اور اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ سمجھیں یہ آپ ﷺ کا طرز عمل ہمیشہ رہا ہے، اس استنباط کی وجہ وہ مشہورحدیث ہے جو صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں خود آپ میں سے ہر شخص پڑھ چکا ہو گا، معاہدہ ہوا مشرکین مکہ سے حدیبیہ میں اور پھر رسول اللہ ﷺ ہی نے اسے املاء کروایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم دیا کہ لکھو! اس میں بہت سے قصے آتے ہیں، جن کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل ابن عمرو کے درمیان معاہدہ ہوا ہے۔تو سہیل ابن عمرو جو قریش کا نمائندہ تھا ،وہ فوراً ٹوکتا ہے کہ نہیں! اگر میں تمہیں رسول اللہ مانتا تو تم سے جنگ کبھی نہیں کرتا، اپنا نام لکھو! کیا تمہیں اپنے باپ کے نام پر شرم آتی ہے؟ طعن بھی کیا۔تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ محمد بن عبد اللہ لکھو محمد رسول اللہ میٹ دو ،وہ قسم کھا کر کہنے لگے

[1] العلق:4۔5

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ کی قسم میں رسول اللہ کے لفظ کو نہیں مٹا سکتا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا وہ کاغذ مجھے دو! اور لفظ رسول اللہ ﷺ کو مٹا دیا غالباً تھوک سے۔ اور لکھا بخاری کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے وہاں محمد ابن عبد اللہ لکھا اگرچہ کہ آپ اچھا لکھنا نہیں جانتے تھے یہ بخاری[1] کے الفاظ ہیں، اچھا نہ جاننا اور بات ہے لکھنا بالکل نہ جاننا الگ بات ہے، اس سے میرا استنباط ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اقراء کے حکم کی تعمیل کی اور کچھ لکھنا پڑھنا ضرور سیکھ لیا تھا۔

مردوں اور عورتوں کی تعلیم یکساں طور پر رسول اکرم ﷺ کو محبوب تھی

دوسری جو ہمیں مثالیں ملتی ہیں اس حکم کے تعمیل کی، وہ ہجرت مدینہ سے قبل کی ہے۔ اس میں بھی ہمارے لئے بڑا سبق ہے علمی نقطہ نگاہ سے، ابن اسحاق[2] کا آپ نے نام سنا ہو گا جو اس وقت قدیم ترین سیرت نگار ہیں، یعنی ان کی لکھی ہوئی کتاب سیرت اس موضوع کی وہ قدیم ترین کتاب ہے، جو ہم تک پہنچی ہے۔ ان کی وفات ۱۵۱ھ میں ہوئی اب سے تیرہ چودہ سو سال پہلے، تیرہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے۔ اس کا بڑا حصہ ضائع ہو چکا ہے، دو ٹکڑے ملے، ایک ٹکڑا ہے خاص مرا کو میں اور دوسرا ٹکڑا دمشق میں۔ اور ان دونوں کو حال میں شائع بھی کر دیا جا سکا ہے۔ دلچسپ کتاب ہے، اگرچہ اسکی بہت سی چیز میں بعد میں ابن ہشام نے شائع کر دی ہیں الگ صورت میں، مگر اس اصل میں بھی بعض ایسی چیزیں ہیں جو ابن ہشام میں نہیں ملتی ہیں، بڑی اہم ہیں۔ ان اہم چیزوں میں سے ایک یا صرف دو سطر کی روایت میں

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوحی؛ مبارکپوری مولانا صفی الرحمن، الرحیق المختوم، باب صلح حدیبیہ، تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر عبدالغفار، شعبہ سیرت، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ، ص130

[2] آپ کا نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ نسب نامہ اس طرح محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہے۔ آپ 80 ہجری میں پیدا ہوئے علم حدیث و مغازی حاصل کیا۔ محدثین میں یہ مسلمہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں ابن اسحاق کی ہی طرف رجوع کرتے تھے آپ نے المغازی کے نام سے سیرت طیبہؐ کی کتاب تالیف کی۔ آپ 152ھ میں فوت ہوئے۔ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 1/73)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، حسب ذیل ہے ابن اسحاق کا بیان ہے: "جب کبھی رسول اللہ ﷺ تعلیم پر کوئی وحی قرآن کی نازل ہوتی تو آپ اسے فورا مرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تلاوت فرما کر کے سناتے، پھر عورتوں کے مجمع میں سناتے، دوسرے الفاظ میں مردوں کی تعلیم اور عورتوں کی تعلیم دونوں یکساں طور پر رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھی اور تعلیم میں فرق نہیں کرتے تھے، جو تعلیم مردوں کو دیتے تھے وہی تعلیم عورتوں کو بھی دیتے ہیں، تعلیم چاہے جو بھی ہو۔اس زمانے میں جو تعلیم تھی یعنی قرآن مجید پڑھائیں وہ دونوں کے لئے پائی جاتی تھی۔[1]

کسی نے علم کی یہ قدردانی نہیں کی،جو امی رسول اکرم ﷺ کرتا ہے

اس کے بعد ہم کو کچھ اور مثالیں ملتی ہیں ، ہجرت کر کے جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لاتے ہیں جلد ہی مشرکین مکہ سے جنگ ہوتی ہے بدر کی جنگ ۲ھ میں، اس وقت بھی ہمیں عجیب و غریب مثال ملتی ہے جو تاریخ عالم میں یادگار رہ سکے۔وہ یہ ہے کہ دشمن کے ستر (۷۰) آدمی گرفتار ہوئے، سوال تھا کہ انہیں کیا کیا جائے؟ تو حضرت عمرؓ اپنی طبعیت اور اشتیاق کے متعلق فرماتے ہیں ان کا سر قلم کر دیا جائے، نہ یہ مسلمان ہوں گے اور نہ ان کی اولاد میں کبھی کوئی شخص اسلام لانے کی توفیق پا سکے گی، اور یہ ہم کو ہمیشہ بے وجہ تکلیف پہنچاتے رہے ہیں، اور چونکہ عقلمند تھے حضرت عمرؓ، ایک جملے کا اور اضافہ کرتے

---

[1] حدیث کے الفاظ اس طرح نقل کیے گئے ہیں:((اذَا نزل القرآن على رسول الله، قَرَاهُ على الرِجَال ثم على النِّساء)) جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تو ہمیں پڑھاتے پھر عورتوں کو پڑھاتے[ابن اسحاق، مخطوطہ فاس نسخہ زیر طبع صفحہ نمبر192 بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 31/191986]

صحیح بخاری، کتاب العلم میں کئی ابواب امام صاحب نے عورتوں کی تعلیم کے بارے میں قائم کیے ہیں۔الرسول العلم اردو ترجمہ: رسول اکرم ﷺ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، صبح روشن لاہور، 2012ء؛ مجمع الزوائد، حافظ نور الدین الہیثمی، کتاب العلم، 84 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں کئی احادیث ہیں اس موضوع پر۔الترغیب والترہیب، حافظ منذری، کتاب العلم 140 احادیث؛ جمع الفوائد من جامع الاصول، کتاب العلم 154 احادیث۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان کے قتل کا کام ہر ہر شخص کو اس کے اپنے قبیلہ کے مسلمان شدہ فرد کے ذریعہ سے کرایا جائے۔ مثلاً کوئی بنو عدی کا قیدی ہے تو بنوعدی کے کسی مسلمان کو حکم دیا۔جائے کہ اس کا سر قلم کرے اور فلاں قبیلہ کا ہو تو اسی قبیلہ کے مسلمان سے قتل کرایا جائے تو تاکہ قبیلہ دار جو جلن پیدا ہوگی قتل کے باعث اس کے مسلمان بعد میں ہدف نہ بنیں۔فرض کیجیے ایک انصاری قتل کرتا ہے ایک بنوامیہ کے شخص کو تو ان دونوں قبیلوں میں ہمیشہ ایک جلن رہے گی اور ممکن ہے کہ انتقام لینے کے لئے کوئی نہ کوئی کوشش ہوتی رہے اس کے برخلاف اگر ایک شخص کو اسی کا رشتہ دار قتل کرتا ہے تو وہ گویا امکان گھٹ جائے گا یہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔حضرت ابو بکر صدیقؓ وہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ میری دانش میں تو قتل کی جگہ ان سے وہ سلوک کیا جائے جس میں اسلام کی بھلائی ہو، ہمیں مال کی ضرورت ہے، ان سے فدیہ لیا جا سکتا ہے وہ مسلمان نہیں ہونگے فرض کر لیتا ہوں، ممکن ہے ان کے بچے مسلمان ہوں، مناسب یہ ہے کہ فدیہ لے کر ان کو رہا کیا جائے فدیہ کی بڑی کثیر رقم تھی۔چار ہزار درہم ہر شخص کو دینے پڑتے تھے، درہم کی مالیت کا اندازہ لگائیے۔اس پر آپکو حیرت ہوگی کہ اتنی بڑی رقم کیسے طلب کی جارہی ہے۔جب سن ۸ ھ میں شہر مکہ فتح ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے وہاں ایک شخص کو گورنر مامور کیا۔ اس گورنر کی تنخواہ لکھی ہے ماہانہ تیس درہم ہوتی تھی۔ایک درہم ایک اچھے کھاتے پیتے شخص کو گورنر کو، اپنی ذات ،اپنی بیوی، اپنے بچے، اپنے گھر کے غلاموں، ملازموں سب کیلئے ایک درہم روزانہ کافی ہے، تیس درہم اسے ماہوار ملتی ہے۔اور فدیہ طلب کیا جارہا ہے چار ہزار درہم ہر ہر شخص سے جو تقریباً ایک شخص کی تیس سالہ زندگی تقریباً پوری کرنے کیلئے کافی ہے۔جو لوگ مالدار تھے انہوں نے رقم ادا کی۔جن کے دوست مالدار تھے انہوں نے اپنے دوستوں سے قرض لیکر یا کوئی اور طریقے مدد لیکر وہ رقم ادا کی۔لیکن کچھ مفلس بھی تھے ان قیدیوں میں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا، اسی کا میں آپ سے ذکر کرنا چاہتا تھا ، جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہے وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے تو اس سے چار ہزار درہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کثیر رقم نہیں لی جائے گی اسے مفت رہا کر دیا جائے گا۔ اس کی مثالیں ہم کو تاریخ عالم میں نہیں ملتی کہ سپہ سالاروں اور فاتحوں نے کبھی علم کی یہ قدردانی کی ہو نہ سکندر اعظم[1] نے نہ بیلو سیلر نے" نہ ہٹلر[2]

---

[1] سکندر 350 سے 323 قبل مسیح تک مقدونیہ کا حکمران رہا۔ اس نے ارسطو جیسے استاد کی صحبت پائی۔ کم عمری ہی میں یونان کی شہری ریاستوں کے ساتھ مصر اور فارس تک فتح کر لیا۔ کئی اور سلطنتیں بھی اس نے فتح کیں جس کے بعد اس کی حکمرانی یونان سے لے کر ہندوستان کی سرحدوں تک پھیل گئی۔ صرف بائیس سال کی عمر میں وہ دنیا فتح کرنے کے لیے نکلا۔ یہ اس کے باپ کا خواب تھا اور وہ اس کے لیے تیاری بھی مکمل کر چکا تھا لیکن اس کے دشمنوں نے اسے قتل کرا دیا۔ اب یہ ذمہ داری سکندر پر عائد ہوتی تھی کہ وہ اپنے باپ کے مشن کو کسی طرح پورا کرے۔ سکندر نے 33 سال عمر پائی۔ وہ 356 ق م (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے 356 سال قبل) میں پیدا ہوا اور اس کا انتقال 323 ق م میں ہوا۔ اس کی موت کی کئی وجوہات بتائی جاتی ہیں۔

[2] ایڈولف ہٹلر 20 اپریل 1889ء کو آسٹریا کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم نہایت کم تھی۔ آسٹریا کے دارالحکومت ویانا کے کالج آف فائن آرٹس میں محض اس لیے داخلہ نہ مل سکا کہ وہ ان کے مطلوبہ معیار پر نہیں اترتا تھا۔ 1913ء میں ہٹلر جرمنی چلا آیا جہاں پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کی طرف سے ایک عام سپاہی کی حیثیت سے لڑا اور فوج میں اس لیے ترقی حاصل نہ کر سکا کہ افسران کے نزدیک اس میں قائدانہ صلاحیتوں کی کمی تھی۔ 1919ء میں ہٹلر جرمنی کی ورکرز پارٹی کا رکن بنا جو 1920ء میں نیشنل سوشلسٹ جرمن ورکرز پارٹی (نازی) کہلائی۔ 1921ء میں وہ پارٹی کا چیئرمین منتخب ہوا۔ 1930ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں نازی پارٹی جرمنی کی دوسری بڑی پارٹی بن گئی۔ یقیناً ہٹلر خوبیوں اور خامیوں کا عجیب پیکر تھا۔ 1933ء کے انتخابات میں نازی پارٹی اکثریت حاصل نہ کر سکی مگر سب سے بڑی پارٹی کی حیثیت سے صدر نے ہٹلر کو حکومت بنانے کی دعوت دی اور ہٹلر ملک کے سب سے اعلیٰ عہدے چانسلر تک پہنچ گیا۔ چانسلر بننے کے بعد ہٹلر نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ نازی پارٹی کا فروغ تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے مخالفین کو دبانے کا ہر حربہ آزمایا۔ لاکھوں مرد، خواتین اور بچے کے قتل کا ذمہ دار، ہٹلر ایک قوم پرست اور نسل پرست نظریاتی تھا اور اس میں امتیازی سلوک اور خاتمے کی پالیسی تھی جس نے مختلف نسلی، سیاسی اور معاشرتی گروہوں کو متاثر کیا۔ 1939ء میں ہٹلر کی جانب سے پولینڈ پر جارحیت دوسری جنگ عظیم کے آغاز کا باعث بنی۔ دوسری جنگ عظیم کے آخری ایام میں 30 اپریل 1945ء کو ہٹلر نے برلن میں اپنی زیر زمین پناہ گاہ میں اپنی نئی نویلی دلہن ایوان براؤن کے ساتھ خودکشی کر لی۔ اس کے دور حکومت میں نازی جرمنی یورپ کے بیشتر حصے پر قابض رہا جبکہ اس پر 11 ملین یعنی ایک کروڑ 10 لاکھ افراد کے قتل عام کا الزام بھی لگایا جاتا ہے جن میں مبینہ طور پر 60 لاکھ یہودی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے۔ کسی نے علم کی یہ قدردانی نہیں کی جو امی رسول اکرم ایسی تسلیم کرتا ہے۔ اس طرح مجھے بیشمار چیزیں ملی ہیں۔ میں صرف آج علم پر اکتفا نہیں کروں گا۔[1]

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کچھ اور چیزیں بھی آپ کو بتاؤں گا اور آپ سے عرض کروں گا، جس سے معلوم ہوگا کہ وہ کیا شخصیت ہے جس کو آخری نبی ہو نا قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ ایک مشہور مثل ہے" آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری " جو چیزیں ایک ایک کر کے مختلف لوگوں کو دی گئی ہیں ہو وہ سب کی سب اس کو دی گئی ہیں چنانچہ سارے انبیاء علیہم السلام کو جو خصوصیتیں، اور جو کردار عطا کئے گئے تھے، وہ ساری صفتیں ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ یہ شاعری نہیں ہے ایک حقیقت ہے، اور اس حقیقت کا ثبوت بھی ہمیں ایک مشہور حدیث میں ملتا ہے۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانی اور سیرت النبی ﷺ کی کتابوں میں مذکور ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جیسے ہی رسول اکرم ﷺ پیدا ہوئے، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک بادل آیا اور اس نے بچہ کو ڈھانپ لیا اور میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ مگر ایک آواز سننے میں آئی، کوئی کہہ رہا تھا لے جاؤ اس کو زمین پر اور فضا میں اور پانیوں کے اندر اور سمندروں کے اندر تاکہ کائنات کا ہر ہر فرد اپنے اس نئے نبی ﷺ سے روشناس ہو جائے پھر تھوڑی کے بعد دوبارہ بادل آیا اور ہٹ گیا،

شامل تھے۔ یہودی ہٹلر کے ہاتھوں اس قتل عام کو ہولوکاسٹ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہالوکاسٹ دراصل یونانی لفظ ὁ λ ό κ α υ σ τ ο ν سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں "مکمل جلادینا"۔ اس طرح لاکھوں یہودی مرد، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے علاوہ اشتراکیت پسندوں، پولینڈ کے مشترکہ قومیت کے حامل باشندے، رومینیوں، غلاموں، معذوروں، ہم جنس پرستوں، سیاسی اور مذہبی اقلیتوں کو انتہائی بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

[1] سورہ الانفال؛ الشرح السیر الکبیر، 1/ 207؛ المبسوط، 3/ 121؛ الام، 6/ 40؛ المحلی ابن حزم، 1/ 425؛ المدونۃ الکبری، 4/ 348؛ السیاسیۃ الشرعیہ ابن تیمیہ، ص119؛ المغنی، 10/ 329؛ الاحکام السلطانیہ، 244؛ الماوردی، الاحکام السلطانیہ والولایت الدینیہ، دارلفکر القاہرہ، 1973ء، ص73

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے رسول اکرم ﷺ دوبارہ نمودار ہوئے، اتنے میں ایک اور بادل آتا ہے دوبارہ ڈھانپ لیتا ہے، بچہ پھر نظر سے غائب ہو جاتا ہے اور پھر اندر سے آواز آتی ہے، دو اس کو خصوصیتیں اور خاصیتیں اور صلاحتیں سارے انبیا علیہم السلام کی۔نام کے ساتھ آدم علیہ السلام کی فلاں چیز ،یوسف علیہ السلام کا حسن، موسیٰ علیہ السلام کی شدت ،عیسی علیہ السلام کی مہربانی وغیرہ وغیرہ ہر ایک نبی کی خصوصیتیں، اور ان حالات میں اگر میں دوبارہ عرض کروں کہ ہمارے نبی ﷺ میں سارے انبیاء کی خصوصیتیں جمع ہو گئی تھیں، تو ظاہر ہے کہ ساری خصوصیتوں کا ذکر کرنا پڑے گاجستہ جستہ یا اشارہ یا کم از کم اہم صفتوں کا۔[1]

رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں سیاسی یا انٹر نیشنل لاء کے نقطہ نظر سے

ان میں سے ایک چیز سے مجھے International Law کا طالب علم ہونے کی وجہ سے کافی دلچسپی رہی ہے، انٹر نیشنل لاء میں غالباً آپ واقف ہونگے، جنگ اور صلح اور غیر جانبداری جنگ کے زمانے میں ان تینوں چیزوں کے باعث ہوتی ہے۔اس موضوع کی تعلیم پاتے وقت جو سارے ہندستان میں برٹش انڈیا میں پہلی دفعہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں شروع ہوا تھا، اس کی وجہ یہ ہوئی تھی، مجھے ٹھیک سن یاد نہیں، لیگل نیشن کی طرف سے سرکیولر آیا تھا سارے ہندستان کی یونیورسٹیوں کو کہ انٹر نیشنل لاء کی تعلیم اپنے نصابوں میں شامل کرد۔میں لاء کالج میں تھا اور اسی سال یہ سرکیولر بھی آیا تھا اور ہماری یونیورسٹی نے فوراً اسے قبول بھی کیا تھا۔غرض یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں سیاسی یا انٹر نیشنل لاء کے نقطہ نظر سے ہمیں بے شمار مثالیں ملتی ہیں ، جن میں سے ایک پہلو جنگ کا آپ سے ذکر کرتا ہوں۔[2]

---

[1] فتح الباری،15/3؛الطبقات الکبریٰ،1/103؛دلائل النبوۃ للبیہقی،1/168

[2] ابن تیمیه، قاعدة مختصرة في قتال الكفار ومهارتهم وتحريم قتلهم لمجرد كفرهم، تحقيق: الدكتور عبدالعزيز،الرياض،1424ھ،ص 125؛ السرخسی، ابو بكر، شرح كتاب السير الكبير، دار الفكر، بیروت،1997ء،ص 121؛ دیکھئے:ڈاکٹر حمید اللہ،رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی،نگارشات پبلشر رلاہور، صفحہ نمبر134؛ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک،شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،ص110

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امن کو ترقی دینا یہ خاص کارنامہ ہے رسول اکرم ﷺ کا

جنگ بد قسمتی سے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد میں پائی جاتی ہے، اپنے آپ میں کا قتل کرتے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ روک نہیں سکتے۔لیکن خون ریزی کو کم کرنا اور جنگ کی جگہ صلح اور امن کو ترقی دینا یہ خاص کارنامہ ہے رسول اکرم ﷺ کا اور وہ حیرت انگیز ہے، اسلامی حکومت مکہ مکرمہ میں نہیں تھی۔ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رسول اکرم ﷺ قیام فرماتے ہیں، میں ابھی اس کی تفصیلات آپ سے عرض کروں گا۔اور دس سال کے بعد آپ کی وفات ہوتی ہے۔اس مملکت کا آغاز ہوتا ہے ایک شہر کے ایک حصہ سے کیونکہ پورا مدینہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا، وہاں کے کچھ یہودی بھی اس سلطنت میں شریک ہونے پر آمادہ ہوئے کچھ انکار کرتے رہے غیر مسلم۔بہر حال ایک شہر کے ایک حصہ میں اولین اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے اور دس سال بعد جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی، اس وقت یہی شہر پائے تخت بن چکا تھا ایک ایسی مملکت کا جو تیس لاکھ مربع میل کے رقبہ پر ممتد ہو چکی تھی، یعنی تین ملین کلومیٹر کم از کم یہ رقبہ تھا اسلامی مملکت کا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد۔دوسرے الفاظ میں دس سال کے عرصے میں تیس لاکھ مربع کلو میٹر کا رقبہ فتح کیا گیا، گویا روزانہ ۸ سو کلو میٹر کا رقبہ مسلسل اوسطاً اسلامی مملکت میں بڑھتا چلا گیا۔ایک پہلو ہے فتوحات کی وسعت اور سرعت کے متعلق۔ سوال یہ ہوگا کہ ان تیس لاکھ مربع کلومیٹر کی فتح کرنے میں کتنے آدمیوں کا خون بہایا گیا ؟ آیا رسول اکرم ﷺ بھی اور فاتحوں کی طرح کے ہیں کہ اور انسانی خون کی عزت نہیں کرتے، یا اس میں بھی کوئی محمدی خصوصیت پائی جاتی ہے ؟ میں نے سیرت النبی ﷺ کی کتابوں سے ہر ہر غزوہ اور ہر ہر سریہ کے متعلق اعداد جمع کئے کتنے مسلمان تھے ؟ کتنے دشمن تھے؟ اور اس جنگ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟ اور کتنے دشمن کے آدمی مارے گئے ؟ ساڑھے دس سال کی پچیس تیس لڑائیوں کے متعلق آپ کو حیرت ہو گی اعداد و شمار کو سن کر جو ٹوٹل کے متعلق ہے۔دس سال کے ہوتے ہیں ایک سو میں مہینے۔ہر سال کے بارہ مہینے ان پورے تیس لاکھ مربع کلومیٹر اراضی کی فتح میں دشمن کے میدان جنگ میں ماہانہ دو آدمی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں مرتے۔ یہ ہے انسانی خون کی وہ عزت جو رسول اکرم ﷺ نے عملاً قائم فرمائی ہے۔ یہ نہیں کہ تھیوری کے طور پر حکم دیا ہو کہ انسان کے خون کی عزت کرو اور جب خود حکمران بنو تو جو چاہو کرو! جیسا ہم اپنے زمانے میں دیکھ چکے ہیں، ایسا نہیں۔ دشمن کے میدان جنگ میں مارے جانے والے لوگوں کی تعداد دو سو بھی نہیں ہے۔ دس سال کے عرصے میں، اور تیس لاکھ مربع کلومیٹر کے فتح کرنے میں۔[1]

سپہ سالار کی حیثیت سے! فریقین کی تعداد وہ بھی حیرت انگیز!

ایک دوسری کو چیز لیجئے سپہ سالار کی حیثیت سے! اہر اس لڑائی میں جو مسلمان اور غیر مسلموں میں ہوئی ، فریقین کی تعداد وہ بھی حیرت انگیز ،بدر کی جنگ، مسلمانوں کی تعداد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد ۳۱۲ ہے اور دشمن کی تعداد ۹۵۰ ہے تگنے سے بھی زیادہ دشمن ہیں۔ احد کی جنگ میں ۷۰۰ مسلمان ہیں ۳۰۰۰ دشمن ہیں، خندق کی جنگ میں ۱۵۰۰ مسلمان ہیں اور ۱۲۰۰۰ دشمن ہیں۔ خیبر کی لڑائی میں ۱۵۰۰ مسلمان ہیں اور ۲۰۰۰۰ ہزار یہودی جو فوجی سپاہی ہیں ہتھیار چلانے والے ساری آبادی معلوم نہیں کتنی تھی، کیونکہ ان کے ملک پر حملہ کیا تھا وہ قلعہ بند ہو کر اپنے آپ کی مدافعت کر رہے تھے۔ ان لڑائیوں میں اسلامی فوج کو فتح ہوتی ہے، باوجودیکہ دشمن دگنا لگنا، چوگنا اور دس گنا ہوتا ہے۔ اور فوج کی قیادت کون کرتا ہے؟ جسے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں۔ امیر و دائیز جزل ہیں رسول اللہ ﷺ۔[2]

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، "عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ"؛ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کے میدانِ جنگ، مجموعہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن- اگست 1940ء، ص 20؛ عبد الجبار شاکر، پروفیسر، سیرت النبی ﷺ کے امتیازات؛ سنن بیہقی، کتاب الجزیہ، باب لیأخذ المسلمون من ثمار اہل الذمہ---؛ سنن ابو داود، کتاب الخراج والامارۃ والفی، بابفی تعشیر اہل الذمہ، 170/2؛ ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 2015ء، ص 21

[2] ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب الجہاد فی الاسلام کا مطالعہ مفید رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرسری مطالعہ باعث اعتراض بنتا ہے!

جنگ بدر کے متعلق بعض ایسی چیزیں ملتی ہیں جو آدمی سرسری طور سے مطالعہ کرے تو اس کے گہرے معنی نہ سمجھ سکے۔شاید اعتراض ہی کر دے کہ یہ ایک نبی نہیں ہے اور یہ معمولی انسان ہے۔اگر اسکی گہرائی میں جائیں تو آپ اسکی اہمیت کو فور آخود ہی معلوم کر لیں گے ، مثلاً لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے لئے جس مقام پر بدر کی جنگ ہونے والی تھی اس کے بلکل قریب ایک چھوٹی سے پہاڑی پر ایک جھونپڑی بنائی گئی تاکہ رسول اللہ ﷺ اندر رہ کر دونوں فوجوں کو دیکھتے رہیں اور حسب ضرورت احکام دیتے رہیں کہ مسلمانوں کا یہ دستہ آگے بڑھے اور یہ پیچھے ہے، یہ دوسرے دستہ کی مدد کے لئے جائے وغیرہ۔اور دشمن کی حرکتوں کو بھی دیکھتے رہیں۔وہیں اسی مقام پر لکھا ہے کہ دو تیز رفتار (اونٹنیاں) بھی کھڑی کر دی گئی تھیں صراحت ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر خدانخواستہ حالت دگرگوں ہو ، ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو نگے، لیکن اگر آپ شہید ہوں تو اسلام ختم ہو جائے گا لہذا آپ ان اونٹنیوں پر سوار ہو کر اور اپنے ساتھ میں جس شخص کو مناسب ہو لیکر کسی اور جگہ تشریف لے جائیں۔جیسا میں نے ابھی عرض کیا سرسری طور سے اس کو پڑھیے! تو اس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نعوذ باللہ! ایک بزدل آدمی تھے اور بھاگنے کی پیش بندی کر چکے تھے۔لیکن ذرا غور سے دیکھیے! وہ ہیں اسوۃ حسنہ ان کو نمونہ بننا ہے دنیا کے آئندہ مسلمان بادشاہوں، سپہ سالاروں کے لئے۔یعنی یہاں بتاتے ہیں کہ اس طرح کا تم انتظام کرو۔اور یہ ہی مفید ہے ملک کے لئے، سلطنت کے لئے جنگ کے لئے اور خود تمہارے لئے۔تو نمونہ دینے کے لئے آپ انتظام کرتے ہیں چاہے اس کی ضرورت پیش نہ آئے لیکن کر کے دکھاتے ہیں کہ یوں کرنا چاہیے۔یہ ہے میرا انٹروڈیکشن جس کی بنا پر ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی ہم اسوۃ حسنہ کے سلسلے میں دیکھ سکتے ہیں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اس خطبہ پر آج کل کے جنرل بھی دنگ رہ جاتے ہیں!

ایک اور چیز اس جنگ کے سلسلے میں لکھی گئی ہے، مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہے ۳۱۲ تین سو بارہ دشمن ہے بہت زیادہ ۹۵۰ نو سو پچاس، اور صبح کو جنگ ہونے والی ہے رات بھی کو رسول اللہ ﷺ فوج کی پوری تنظیم کر دیتے ہیں۔یہ مقدمے میں رہے گا' یہ پیچھے کے حصے میں رہے گا اور یہ دائیں بازو میں یہ بائیں بازو میں اور یہ خلف میں اس کا یہ سردار ہو گا اس کا وہ سردار ہو گا یہ ساری چیزیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طے کر دیتے ہیں۔اور اس کے بعد صبح کو فوج کی صف آرائی کرتے ہوئے اسکی خود شخصی طور پر نگرانی کرتے ہیں۔ چھوٹی چیزیں ہیں، جسے شاید آج ہم کوئی اہمیت نہ دیں۔غور کیجئے یہ اب سے چودہ سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔صف کو آراستہ کرتے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیتے ہیں کہ کوئی شخص نہ ایک انچ کوئی دوسرے سے آگے بڑھا ہوا ہو، نہ ایک انچ دوسرے سے پیچھے ہٹا ہوا ہو۔ہاتھ میں ایک تیر ہے اگر کوئی شخص اتفاقاً بے خیالی میں آگے بڑھ گیا، یا پیچھے ہٹ گیا تھا، تو اس کو اس تیر سے گویا چھو کر فرماتے ہیں کہ آگے ہٹو ، پیچھے ہٹو! صف درست کریں۔ معمولی چیز ہے لیکن صف آرائی ہمیں وہاں نظر آتی ہے کیونکہ اس زمانے میں عام بدوی عرب صف کا خیال نہیں کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ان کی قوت اتنی موثر نہیں ہوتی تھی، جتنی صف کے باعث ہوتی ہے۔کیونکہ فرض کیجئے! اگر صف نہ ہو اور دشمن پر تیر چلائیں اور صف ہو اور وہی لوگ تیر چلائیں، ان کے سارے تیر ایک ہی وقت چلیں گے اور دشمن کا پورے کا پورا دستہ ہدف بنے گا۔اس کے برخلاف اگر صف ٹھیک نہ ہو تو کسی کا تیر لگے گا کسی کا نہیں لگے گا کسی کا کدھر جائیگا۔یہ صف کی اہمیت جو فوج میں ہے وہ ہمیں وہیں سے نظر آنے لگتی ہے کہ ایک امپر و دائیز جنرل اس کا انتظام کرتا ہے۔اور آگے کے لیے اس کام کے ختم ہوتے ہی آپ سپاہیوں کو مخاطب کر کے ایک چھوٹا سا خطبہ تقریر کرتے ہیں، اس پر آج کل کے جنرل بھی دنگ ہو جاتے ہیں۔لکھا ہے کہ سپاہیوں کو حکم دیا کہ جب تک دشمن جو تمہاری طرف بڑھتے ہوئے آئے گا تم یہیں کھڑے رہو، کوئی شخص نہ آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے ، بلکہ اپنی جگہ ساکن رہے اور جب دشمن تیر کے زد سے بھی دور ہے تو اپنے تیر ضائع مت کرو! اپنے اسلحہ کو ضائع مت کرو جب تمہاری دانش میں دشمن تیر کی زد پر آچکا ہے تو اس وقت دوسری چیزوں کا استعمال نہ کرو نہ نیزے کا نہ تلوار کا بلکہ تیر کا دشمن اگر اور قریب آجائے تو اس وقت بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹو ! اس وقت بھی تلوار اور نیزے اور غیر متعلق اور غیر ضروری چیزوں کو استعمال نہ کرد تیر کے بعد ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے پاس پتھروں کا ایک ڈھیر جمع کرلے اور دشمن کو پتھر مار کر نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔جب دشمن اور بھی قریب آجائے تو آپ نے فرمایا اس وقت نیزوں کا استعمال کرو اگر اس سے بھی قریب آجائے تو پھر تلوار لے کر دشمن سے مقابلہ کرو۔اسلحہ کے حفاظت، اسلحہ کو موثر سے موثر تر بنانا یہ ساری چیزیں ہم اس چھوٹی سی مثال کے اندر دیکھتے ہیں۔اس کے بعد ایک اور چیز ہے ، مسلمانوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دینا اور جان پر کھیلنے کے لئے آمادہ کر دیتا اس کی بھی آپ اہل علم نے تدبیر فرمائی، سپاہیوں سے آپ نے مخاطب ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے بھی آپ دعا میں کہہ چکے تھے۔ مسلمانو! اس وقت دنیا کی سر زمین میں تم وہ واحد شخص ہو واحد لوگ ہو واحد قوم ہو جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے ہو تم مر جاؤ تو خدا کی پرستش کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں رہے گا۔ تم ہیں امانت کے حامل اللہ تعالیٰ کے دین کے پھیلانے کے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں ہر شخص کے دل میں ولولہ پیدا ہو گیا کہ میں ہوں اللہ تعالیٰ کی امانت کا حامل ، جان جائے مگر اس امانت کی تکمیل میرے فریضہ میں ہے۔ ہم ہیں وہ واحد شخص جو اس وقت دنیا میں اللہ تعالیٰ کے صحیح تابعدار ہیں اس کے بعد جو بھی ہوا وہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ۳۰۰ آدمیوں نے اپنے سے چوگنے آدمیوں کو اس طرح شکست دی کہ آدمی حیرت زدہ ہو جاتا ہے، دشمن کے ۷۰ آدمی مارے گئے دشمن کے ۷۰ آدمی گرفتار ہوئے اور باقی سب بھاگ گئے اور بڑے بڑے سردار ابو جہل وغیرہ جو وہاں آئے تھے وہ بھی سب مارے گئے ابو جہل بھی ، اور فلاں بھی فلاں بھی۔[1]

رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ انسانوں کا خون نہ بہے، لیکن

ایک اور جنگ کا میں آپ سے ذکر کرتا ہوں ، جو آخری جنگ ہے فتح مکہ مکرمہ ، اس سے بھی آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ مسلمانوں کا یہ سپہ سالار ﷺ کن عجیب و غریب خصوصیات کا مالک تھا۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ انسانوں کا خون نہ بہے، لیکن دشمن کو زیر کر لیا جائے یہ دونوں گویا ایک دوسرے سے میل نہ کھانے والی چیزیں ہیں، لیکن وہ وجود میں آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف وجوہ سے (جس کے

---

[1] ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، قیام المجتمع الاسلامی من منظور الحضاری، التراث والمعاصرہ اور المجتمع المدنی فی عہد النبوۃ از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری اس کا اردو ترجمہ عذرا لھیم فاروقی کے قلم سے 2004ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کی طرف سے (مدنی معاشرہ عہد رسالت میں، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد: دور نبوی ﷺ کا نظام موافقات، ص85) کے عنوان سے شائع ہوا۔ نثار احمد، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو و ارتقاء، نشریات لاہور، 2008ء؛ مکہ کی شہری ریاست اور اس کے نظم و نسق کیلئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، کراچی اردو اکیڈمی سندھ، 1981ء؛ مہدی رزق اللہ احمد، ڈاکٹر، السیرۃ النبویہ فی ضوء المصادر الاصلیہ، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ، الریاض، 1992ء؛ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اسلامی ریاست، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور؛ سید ابو الاعلی مودودی، اسلامی ریاست، اسلامی پبلیکشنز، شاہ عالمی مارکیٹ، لاہور 1967ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرنے کا ابھی وقت نہیں ہے) یہ لئے فرمایا تھا کہ مکہ کو سزا دینی چاہیے مکہ پر حملہ کرنا چاہیے۔انہوں نے کچھ قصور کیے تھے۔لیکن اگر ویسے ہی جائیں، مقابلہ ہو عام حالات کی طرح کا، تو مکہ والے ایسے نہیں ہیں کہ چپ رہیں، مقابلہ کریں گے۔مسلمانوں کے بھی بیسیوں اور سیکڑوں آدمی مارے جائیں گے ، پھر معلوم نہیں کون جیتے گا؟ کون ہارے گا؟ ہم ان کے شہر میں جارہے ہیں ، وہ ڈفینس کی حالت میں رہیں گے اور محفوظ حالت میں رہیں گے۔گھروں کے اندر سے مقابلہ کریں گے اور ہم رہیں گے کھلے مقام پر ، ہمیں نقصان زیادہ پہنچنے کا امکان ہے۔اس لئے دشمن پر اس طرح حملہ کرنا چاہیے کہ نہ لاٹھی ٹوٹے اور نہ سانپ بچ سکے سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ، یعنی مکہ پر قبضہ کیا جائے اچانک طور پر دشمن کو کوئی اطلاع بھی نہ ہو کہ مسلمان آچکے ہیں۔

اس زمانے کے لیے ایک ناممکن سی چیز تھی کہ مدینہ سے مکہ کو جو بارہ دن کا راستہ ہے اونٹوں پر مثلا دس ہزار کی کوئی فوج جائے اور اس کی خبر نہ پھیلے مدینے سے نکلتے ہی فوراً رفتہ رفتہ وہ اطلاع پہنچ جاتی ہے منزل مقصود کو کہ مسلمان ادھر جارہے ہیں اور دشمن تیار ہو جاتا ہے۔ضرورت تھی کہ اس خبر کے پھیلنے کا انسداد و سد باب کیا جائے یہ کیا انہوں نے کیا تھا؟ سب سے پہلے مدینہ کی ناکہ بندی کی ، یعنی مدینہ سے باہر نکلنے کے جتنے بھی راستے تھے شمالی جنوبی، شرقی، غربی ہر راستہ پر سپاہی مامور کیے گئے کہ کسی شخص کو باہر جانے نہ دو، دوست بھی ہو باہر جاکر باتونی آدمی ہو تو کہہ دے گا کہ مدینہ میں ہمارے یہاں تیار ہو رہی ہے، اس طرح خبر پھیل جائے گی ، چاہے انہیں معلوم نہ ہو رسول خدا ﷺ کہاں جا رہے ہیں۔یہ کہنا کہ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں چور ہے، فوراً معلوم ہو جاتا کہ ہمارا ہی قصد ہو گا۔تو آپ ﷺ مدینہ سے باہر جانے کو بند کر دیتے ہیں۔مدینہ کے اندر مسلمانوں کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ شہر مکہ پر حملہ کرنے کے لئے کافی ہو ، ضرورت تھی کہ اور مقاموں سے بھی رضا کار حاصل کئے جائیں، چنانچہ بہت سے مسلمان قبیلے تھے ، جو مدینہ سے باہر دور دراز علاقے میں رہتے تھے۔کوئی مدینہ کے شمال میں کوئی مشرق میں کوئی مغرب میں۔وہاں آپ ﷺ پیغام رساں بھیجتے ہیں اور ان قبیلوں کے سرداروں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ اہم کام ہے ، مجھ سے آکر لمو آمنا صدقنا ان قبیلوں کے سردار مدینہ آتے ہیں اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ ان سے تنہا تنہا ملتے ہیں، اجتماعی طور پر بھی نہیں ملتے۔اور ہر ایک سے کہتے ہیں ایک بڑی مہم درکار ہے، تمہارے یہاں کے رضا کاروں کی بھی ضرورت ہے، لیکن تم مدینہ نہ آؤ اپنے ہی مقام ، اپنے ہی شہر میں تیار رہو۔اس طرح تیار کہ ایک منٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نوٹس پر تم چل سکو! ہم خود تمہارے علاقے سے گزریں گے ، تمہارا کنٹی نین بھی لے لیں گے، اور تمہارا دستہ بھی اپنی فوج میں شامل کر لیں گے۔اور آگے بڑھیں گے۔ہر شخص کو یہی حکم دیا گیا۔مدینہ سے مسلمان چلتے ہیں (۱۵۰۰) پندرہ سو ،اور جب مکہ پہنچتے ہیں تو ان کی تعداد ہے (۱۰۰۰۰) دس ہزار۔اگر مدینہ سے چلتے وقت کی تعداد دشمن کو معلوم بھی ہو چکی ہو تو کہ پہنچنے کے وقت کی تعداد کا اسے انداز کا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ راستہ میں ہو رہا ہے اور ایک عجیب و غریب طریقے سے، جس کے باعث مکہ والوں کو اطلاع پہنچنے کا انسداد بھی ہو گیا۔کوئی امکان نہیں رہا۔وہ یہ کہ مدینہ ترک کرنے سے پہلے کچھ عرصے پہلے چند ہفتے پہلے آپ ﷺ نے ایک فوج روانہ کی مدینہ کے شمال کی طرف ایک قبیلہ کو سزا دینے کے لئے ، خبریں پھیل گئیں اس کی ، غالبا مکہ تک بھی اطلاع پہنچ گئی۔[1]

اس دن رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ہر سپاہی اپنی علیحدہ آگ جلائے!

رسول اللہ ﷺ اب شمال کی طرف جانے کا ارادہ کر رہے ہیں، نقشہ آپ کے ذہن میں ہو گا کہ مکہ ہے جنوب میں، فوج بھیجی گئی ہے شمال میں ، غالباً باز نطینی حکومت سے یا کسی اور شمالی قبیلے سے لڑائی پیش نظر ہے، شمال میں جاتے ہیں، مثلاً جہینہ قبیلہ کا دستہ لیتے ہیں، پھر مشرق کی طرف جاتے ہیں، پھر جنوب مغرب کی طرف پھر جنوب کی طرف پھر شمال کی طرف، غرض اس طرح اسلامی فوج بڑھتی ہے اور ایک بڑے مشہور صحابی حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ مکہ کے پہاڑ کے دامن میں کیمپ لگانے سے پہلے ہمیں بھی معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں جارہے ہیں۔ کبھی شمال کبھی مغرب، کبھی جنوب کبھی ادھر، کبھی ادھر اس طرح جارہے تھے کہ کچھ پتہ ہی نہیں لگتا تھا۔بس رسول اکرم ﷺ نے کسی سے نہیں کہا تھا، حتی کہ بڑے بڑے صحابہ جیسے حذیفہ ابن یمان ہیں ان کو بھی معلوم نہیں تھا کہ کہاں جارہے ہیں۔پہنچتے ہیں مکہ کے دامن میں، مغرب کا وقت ہے قیام کرتے

---

[1] محسن فارانی، سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام، لاہور، 2012ء؛ دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، دار المعارف لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ پرانے زمانے میں فوج کے ساتھ باورچی وغیرہ نہیں ہوتے تھے ہر شخص اپنی غذا خود تیار کرتا تھا اور بجائے اس کے کہ ہر آدمی الگ الگ چولہا جلائے ، چار پانچ دوست مل کر ایک چولہا جلاتے اور غذا تیار ہوتی وہ کھا لیتے۔دس ہزار کی فوج ہے، اس دن رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر سپاہی اپنی علیحدہ آگ جلائے، دس ہزار چولہے جل رہے ہیں۔مکہ والوں کے دلوں میں چور تھا اپنے قصوروں کے باعث ، اور وہ سوچ رہے تھے کہ مسلمان ہم پر حملہ کریں گے۔حیرت تھی کہ اب تک کیوں حملہ نہیں کیا۔ چنانچہ ان کا سردار ابو سفیان روزانہ اپنی فرزانگی اور فراست کے باعث مکہ کی پہاڑیوں پر چڑھتا اور ادھر ادھر نظر ڈالتا، شاید دشمن آرہا ہو اس رات بھی چڑھا اور دیکھا کہ دس ہزار چو لہے جل رہے ہیں، یعنی پچاس ہزار کی فوج آئی ہوئی ہے، چھکے چھوٹ جاتے ہیں، یہ کون ہے پچاس ہزار کی فوج لانے والا؟ اور کیسے آیا؟ کہ اب تک ہمیں اس کی اطلاع بھی نہیں ہوئی، اچانک آج کے دن میں پہنچا ہے لکھا ہے کہ آسمان سے پیراشوٹ کے ذریعے سے۔پہاڑ سے اترتا ہے، آہستہ آہستہ چپکے سے چلتا ہےکیمپ کی طرف شاید کوئی شخص مل جائے ، میں اس سے پتا چلالوں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہ میں مکہ پہنچ جاؤں گا، ضروری انتظام کروں گا مدافعت کا۔مسلمان کی فوج بھی رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں غافل نہیں ہے، کیمپ میں پیٹرول دستے گشت کرتے رہتے ہیں، ان میں سے ایک دستے کا سامنا ہوا ابوسفیان سے فوراً گرفتار کر لیا اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے لاکر حاضر کیا۔خیال فرمائیے شہر مکہ پر حملہ ہو رہا ہے، وہاں کا سپہ سالار اعظم غائب ہو گیا، اہل مکہ کو پتہ نہیں کیا کریں؟ اول تو دشمن کے آنے کی بھی اطلاع نہیں ہے، اور دشمن اگر شہر میں داخل بھی ہونے لگے کیا کرنا چاہیے؟ کسی کو معلوم نہیں ، کیونکہ سپہ سالار اعظم غیر موجود ہے۔صبح کو مسلمانوں کی فوج آگے بڑھتی ہے، شہر میں داخل ہونے کے لئے۔

چاروں راستوں سے مسلمانوں کی فوج داخل ہوتی ہے

اس وقت ایک اور چیز ہمیں نظر آتی ہے، شہر مکہ ایک وادی میں ہے ، ایک راستہ شمالاً جنوبا ہے اور ایک راستہ ہے شرقاً غرباً، صرف چار راستے ہیں، مسلمانوں کی فوج کے چار حصے کیے جاتے ہیں، اور ہر حصہ ایک ایک راستے سے شہر کے اندر داخل ہوتا ہے۔بظاہر دو مصلحتیں تھیں، ایک تو یہ کہ دشمن کو اگر کوئی کمک پہنچنے والی ہو مدد آنے والی ہو، تو اس کو اس راستے پر ہمارا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے شہر میں آنے کا موقع نہ رہے۔دوسری اس کی تعبیر یہ کی جاسکتی ہے کہ شہر مکہ کے لوگ کہیں بھاگ نہ جائیں جان بچانے کے لئے، ان سب کو گرفتار کیا جاسکے اور چاروں راستوں سے مسلمانوں کی فوج داخل ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور چیز جو بھی عجیب و غریب مجھے معلوم ہوئی اگرچہ کہ میری فوجی تعلیم نہیں ہوئی، وہ یہ تھا کہ ہر شہر میں گھنے والے دستے کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ رئیس کے ذریعہ سے اطلاع دیتے جاؤ پکار کر ، جو شخص اپنے گھر کے اندر بند رہے گا وہ امن میں رہے گا! جو شخص ہتھیار ڈال دے گا وہ امن میں رہے گا ! جو شخص خانہ کعبہ کے کوٹ میں، میدان میں جمع ہو جائے وہ بھی امن میں رہے گا! ایک آخری چیز بڑی عجیب ہے جو شخص ابو سفیان کے گھر میں جائے گا اسے بھی امن رہے گا ! لوگ حیران ہوئے کہ کیا ابو سفیان بھی مسلمان ہو گیا ہے؟ کنفیوژن میں اور کنفیوژن بڑھتا ہے۔

ایک قطرہ خون بہائے بغیر ہی شہر پر قبضہ ہو جائے

یہ تھی وہ تدبیر ، جس کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے مکہ والوں کو اچانک جاکر مجبور کریں اور خون خرابے کی ضرورت پیش نہ آئے، ایک قطرہ خون بہانے کے بغیر ہی شہر پر قبضہ ہو جائے۔ عملاً وہی ہوا مسلمانوں کی فوج داخل ہو گئی پورے شہر پر چھا جاتی ہے، اس وقت رسول اللہ ﷺ ڈھنڈ ھورا پٹواتے ہیں دوبارہ رسول اللہ ﷺ مکہ والوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہر شخص کو چاہیے کہ کعبہ کے میدان میں جمع ہو جائے کچھ تو استعداد کے خاطر اور کچھ خوف سے نامعلوم کیا ہمیں سزا دینے والا ہے ، بیس سال کی ہماری حرکتوں کا اگر ہم سے انتقام لینا چاہے تو کیا حکم دیا! لرزتے ہوئے وہ سب لوگ وہاں جمع ہو جاتے ہیں کعبہ کے سامنے۔

آج تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے!جاؤ تم سب آزاد ہو!

وقت تھا ظہر کی نماز کا رسول اللہ ﷺ کے اشارے سے حضرت بلال حبشیؓ کعبہ کی چھت پر چڑھتے ہیں اور اذان دیتے ہیں، اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ "وغیرہ۔حاضرین میں ایک شخص ہے مشرکین مکہ کا بعد میں مسلمان ہوئے-عتاب بن اسید ان کا نام ہے، جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اذان میں سنتے ہیں اپنے بازو بیٹھے ہوئے ایک اور مشرک سے کانا پھوسی کرتے ہیں اللہ کا شکر! میرا باپ مرچکا ہے ورنہ وہ برداشت نہ کر سکتا کہ خانہ کعبہ کے چھت پر ایک کالا گدھا چڑھ کر بینگے، نعوذ باللہ! یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی طرف اشارہ ہے اسے اپنے ذہن میں رکھیے۔کہ ایک منٹ کے بعد میں اس کو دوبارہ ریپیٹ کرونگا، پھر رسول اللہ ﷺ امام بن کر نماز پڑھاتے ہیں اس کے بعد حاضرین سے یعنی اہل مکہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، تمہیں مجھ سے کیا توقع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ ایک چھوٹا سا جملہ اور ہر شخص اس کا مقصود سمجھتا تھا، میں سال سے تم اسلام کے خلاف جانی مالی اخلاقی یعنی جو بھی حرکتیں کرتے رہے ہو اس کے باعث اب تم کس چیز کے مستحق ہو؟ میں سمجھتا ہوں رسول اللہ ﷺ بر حق ہوتے، اگر یہ حکم دیتے کہ ان سارے لوگوں کا قتل عام کر دیا جائے! اور اس حکم کے تعمیل کے وسائل آپ ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ حکم دے سکتے تھے کہ ان سارے لوگوں کو لونڈیاں غلام بنالیا جائے، اس کا امکان تھا اس کے تعمیل کرنے کا آپ وہ بھی نہیں کرتے۔ کم از کم آپ یہ حکم دے سکتے کہ ان کا سارا مال و متاع غنیمت کے طور پر لیا جائے، یہ آپ ﷺ کا حق تھا یہ بھی آپ ﷺ نہیں کرتے ہیں۔ بہر حال اہل مکہ سے پوچھا کہ تم مجھ سے کس برتاؤ کی توقع کرتے ہو؟ تو انہوں نے شرما شرمی سے سر جھکا کر صرف یہ کہا آپ ﷺ شریف ہیں! شریف زادے ہیں! ہم آپکی شرافت ہی کی توقع کرتے ہیں۔ اس وقت تاریخ عالم کا وہ یادگار جملہ حضور ﷺ کی زبان سے ادا ہوتا ہے آج تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے! جاؤ تم سب آزاد ہو!۔ اس جملے کی صدائے بازگشت سنیے! عتاب بن اسید جس کا ابھی میں نے آپ سے ذکر کیا ہے کہ اذان پر وہ کہتا ہے کہ گدھا ہینگ رہا ہے۔ اپنے آپ کو برداشت نہیں کر سکا کود کر اٹھتا ہے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے او محمد ﷺ میں ہوں عقاب بن اسید! یعنی تمہارا مشہور دشمن ! اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ ! جس شخص کو تلوار زیر نہ کر سکی بیں سال کے مقابلوں کے باوجود۔ یہ جملہ جاؤ تم سب آزاد ہو اس کو بدعت سے پاک کر دیتی ہے اور یہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور یہ پہلا شخص نہیں تھا، واحد شخص نہیں تھا، سارا مکہ راتوں رات مسلمان ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کیا REACTION? ہوا۔ جب عتاب بن اسید نے کہ "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ تو وہ شخص جو ابھی ایک منٹ پہلے مسلمانوں کا شدید ترین دشمن ہے اس کو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آپکومکہ مکرمہ کا والی بنایا جاتا ہے اور بطور روز بینہ ایک درہم یومیہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جس پر عتاب بن اسید نے کہا "اے لوگو ! اللہ تعالی اس شخص کو بھوکا رکھے، جو ایک درہم میں بھی بو کھا رہے"۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک برابر مکہ کے امیر رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ان کو برقرار رکھا۔ جس دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات ہوئی اسی روز عتاب بن اسید کی وفات ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اکرم ﷺ کو پھولوں کی سیج پر سونا نصیب نہیں ہوا؟

ایک پہلو آپ ﷺ کی سیرت ہجرت مدینہ ہے کہ آپ نے مکہ کو الوداع کہا۔لیکن اسکے نتائج کیا تھے؟ وہ بھی آپ سن لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اکرم ﷺ کو پھولوں کی سیج پر سونا نصیب نہیں ہوا بلکہ انتہائی مشکل و دشوار کام آپ انجام دینا تھا۔وہ یہ ہے کہ ہجرت سے کچھ پہلے مدینہ والے حج کے لئے مکہ گئے تھے، اور اتفاقاً عقبہ نامی مقام پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی اور ایک گروہ کے چھ آدمی مسلمان ہوتے ہیں، اپنے وطن کو جاتے ہیں۔اور دوسرے سال دوبارہ آتے ہیں، کوئی ۱۲ آدمیوں کے ساتھ۔اور پھر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر یہ بارہ لوگ درخواست کرتے ہیں کہ انہیں کچھ مبلغ اور معلم بھیجے جائیں۔تو ایک اور شخص مکہ سے بھیجے جاتے ہیں۔اور تیسرے سال اسی عقبہ میں کوئی ۷۲ آدمی آتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے اظہار اطاعت کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں جو چیز قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ دوسری بیعت عقبہ میں جب ۱۲ آدمی مسلمان ہوتے ہیں یہ بارہ مختلف قبیلوں کے نمائندے ہیں ، رسول اکرم ﷺ ہر شخص کو اس کے قبیلہ کا سردار نامزد کرتے ہیں۔نقیب اس کا نام ہے اور نقیبوں کا نقیب جس کو نقیب النقباء کہتے ہیں ، مدینہ کے علاقے کیلئے حضور اکرم ﷺ کا نائب وہ بھی ان میں سے پہنتے ہیں۔ یہ تھی تنظیم کی اسپرٹ جو رسول اکرم ﷺ میں ہمیں نظر آتی ہے کہ پہلے دن سے سارے مسلمانوں میں ایک تنظیم ہو۔اور اس تنظیم کیلئے ہر قبیلہ کا ایک سردار اور اگر بہت سے قبیلہ ہیں تو ان سرداروں کا سردار اور ان سب کی ارتباط وجوڑ کی صورت مکہ کے ساتھ۔[1]

سارے مدنی مسلمان آپ' کے آنے کی اطلاع سن کر دوڑے، لیکن!

اس کے بعد دوسرا پہلو دیکھیے! ہجرت کر کے آپ ﷺ مدینہ آتے ہیں، جس کے لیے میں نے

[1] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، دار المکتبہ السلفیہ، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بحث کا ذکر شروع کیا۔ بیعت عقبہ ہوتی ہے معراج کے بعد یعنی جب مسلمانوں پر نماز فرض ہو چکی۔ چنانچہ مدینہ کے لوگ جنہیں ہم انصار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جب یہ اپنے وطن کو پہنچے یقینا انہوں نے نمازیں شروع کیں روزانہ پانچ وقت کی نمازیں۔ ہمارے مورخ بیان کرتے ہیں، اگر امام کسی جماعت کا نماز کے لئے اگر قبیلہ خزرج کا ہوتا تو اوسی مسلمان اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اگر امام اوسی ہوتا تو خزرج والے اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اتنی تھی ان میں دشمنی اور پرانی جنگوں کی یاد کہ باوجود مسلمان ہو جانے کے بھی ان میں یکجہتی پیدا نہیں ہو سکی تھی۔ اور اس صورتحال سے نبٹنا پڑے گا ہمارے نبی ﷺ کو ہمارے نبی ﷺ کو مدینہ آنے پر پھولوں کی سیج پر سونا نصیب نہیں ہوا۔ دوسری چیز رسول اکرم ﷺ خود ہجرت کر کے مدینہ آتے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ آپ کا قیام ہوتا ہے ابتداء قبا نامی مقام پر۔ یہ شہر مدینہ کا جنوبی حصہ ہے۔ ظاہر ہے ہم بھی وہی کریں گے، سارے مدنی مسلمان آپ ﷺ کے آنے کی اطلاع سن کر دوڑتے ہیں تاکہ رسول اکرم ﷺ کو سلام کریں۔ جس شخص کو اسکی اپنی غیر معمولی اسلام سے دلچسپی اور صلاحیتوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے نقیب النقباء والسراء مامور کیا تھا، ظاہر ہے کہ اس کو بھی حاضر ہونا چاہیے سلام عرض کرنے کیلئے۔ رسول اللہ ﷺ ایسی یہ کلام دیکھتے ہیں انتظار کرتے ہیں وہ نہیں آتا۔ آخر پوچھتے ہیں کیا اسعد ابن زرارہ کا کیا ہوا؟ کہاں ہے ؟

اسعد بن زرارہ تھے قبیلہ خزرج کے فرد اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا قیام ہے اوس کے گاؤں میں قبا میں۔ تو قبا والے شرمندگی سے سر جھکا کر مؤدبانہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! پانچ (۵) سال پہلے ایک جنگ ہوئی تھی۔ اسعد بن زرارہ نے ہمارے چند سرداروں کو قتل کیا تھا۔ انہیں ہمارے یہاں آنے کی جرات نہیں ہو سکتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ چپ ہو گئے کیا کرتے۔ ظہر کے بعد، عصر مغرب عشاء کی نماز ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ ابھی بیٹھے ہوئے ہی ہیں، آرام کے لئے گئے نہیں تھے کہ ایک شخص چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ، معلوم نہیں کون ہے؟ اندر داخل ہوتا ہے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچ کر نقاب اٹھاتا ہے، یا رسول اللہ ﷺ! یہ تھے اسعد بن زرارہ ! حضور اکرم ﷺ سے حیرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھتے ہیں تم کیسے آئے ؟ ان کا جواب تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ آئیں مدینہ ! اور میں حاضر نہ ہوں ! نا ممکن ہے ، جان پر کھیل کر آیا ہوں، اگر شہید کر دیا جائیں تو آپ کی خدمت کے سلسلہ میں شہید ہونگا۔ اور میں اس کے لیے تیار ہو کر آیا ہوں۔ یہ تھی وہ دشواریاں جو رسول اللہ ﷺ کو وہاں در پیش تھیں۔[1]

مہاجرین مکہ کو شہر مدینہ کی

اقتصادی حالت میں داخل کرنا ضروری تھا وہاں آنے کے بعد غالباً میں گمان کرتا ہوں میری ذاتی رائے ہے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ اگر مکہ والے جو ۱۴ سال سے اسلام کے خلاف جنگ کر رہے تھے ، تکلیف دے رہے تھے، ہمارا دشمن ہمارے گھر سے چلا گیا چپ ہو جاتے تو غالباً مسلمان بھی رفتہ رفتہ خاص کر مکی مسلمان ان پرانی تکلیفوں کو بھول جاتے اور ایک نئی زندگی شروع کر لیتے۔ لیکن مکہ والوں نے اس وقت بھی امن سے رہنے نہ دیا۔ اور خط بھیجا، ایلٹی میٹم کے طور پر اہل مدینہ کو ہمارا دشمن تمہارے یہاں آگیا ہے، یا تو اس کو قتل کر دو یا اسے اپنے ملک سے نکال باہر کرو! ور نہ ہم مناسب تدبیریں اختیار کریں گے ، جنگ کی دھمکی دی۔ کوئی اور شخص اسے نظر انداز کر دیتا لیکن جس کو خدا نے اسوہ حسنہ بنا کر بھیجا ہے تو وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ ضرورت تھی کہ مناسب تدبیریں اختیار کی جائیں۔ کیا اسکی تدبیریں ہوں؟ مکہ سے کئی سو مسلمان مہاجر آئے ہوئے تھے۔ ان پر ان کے جسم کے لباس کے سوا ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی، نہ کھانے پینے کے لئے نہ رہنے سہنے کے لئے نہ مکان نہ کوئی اور صورت۔ ان کو شہر مدینہ کی اقتصادی حالت میں داخل کرنا ضروری تھا، خاص کر ڈفینس کے سلسلہ میں تو ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔ اس کا تجربہ آپ کو بھی ہے۔ پاکستان میں مہاجرین آتے ہیں تو کیا مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ۳۰ سال گذرنے کے بعد بھی شاید پوری طرح ہمارے مہاجر بھائی پاکستان میں ابھی تک ممکن نہیں ہو سکے

[1] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اب تو ایک نیا بھی قصہ پیدا ہو گیا ہے کہ افغانی مہاجر بھی ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ان مہاجرین مکہ کو شہر مدینہ کی زندگی میں انسرٹ کر دینا داخل کر دینا اس کو لفظی طور پر استعمال کر رہا ہوں ، لٹرلی یعنی طرفۃ العین میں ، پلک جھپکا دینے میں آپ ﷺ نے اس مسئلہ کو حل کر دیا۔وہ کیا تھا کہ شہر مدینہ میں غریب امیر سب ہی قسم کے لوگ تھے ، رسول اکرم ﷺ نے دعوت دی ' ذرا کھاتے پیتے خاندان کے افسروں کو خاندان کے بڑوں کو پھر وہ لوگ جمع ہوئے اور ان سے مخاطب ہو کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: " یہ مکہ والے تمہارے دین ہی کے بھائی ہیں دینی بھائی ہیں اور اسی دین کی خاطر تکلیف اٹھا کر اور خدا کی خاطر یہاں آئے ہوئے ہیں، اس وقت مصیبت میں ہیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ تم میں کا ہر خاندان ان کے ایک خاندان کو اپنے میں ملالے اور دونوں مل کر ایک بڑا خاندان بن جائے؟ دونوں خاندانوں کے لوگ مل کر کمائیں مل کر خرچ کریں مل کر رہیں۔انصار وہ لوگ ہیں جن کی قرآن مجید نے تعریف کی ہے ان الفاظ میں کہ "وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"[1] وہ مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود بھو کے کیوں نہ ہوں۔ان الفاظ میں ان کی تعریف و ثناء کی گئی ہے۔ظاہر ہے سب شرکت والوں نے کہا ہم خوشی سے آمادہ ہیں۔چنانچہ تقریباً کوئی ایک سوئی خاندان کوئی ۵۰۰ مکی مسلمان ایک سو مدنی خاندان کے ساتھ بھائی چارے کے ذریعہ سے مواخات کے ذریعہ سے ملا دیے گئے۔مہاجرین کا مسئلہ ایک سیکنڈ کے اندر ختم ہو گیا۔اس کے بعد دوسری تدبیر رسول اکرم ﷺ نے کیا فرمائی؟ شہر کے اندر کوئی سلطنت نہیں ہے، شہر میں بھی مسلمان ابھی اقلیت میں ہیں۔اکثریت آبادی غیر مسلموں کی ہے۔اس میں بہت سے بت پرست عرب ہیں۔کوئی ۵۰۰۰ ہزار یہودی ہیں۔کچھ عیسائی بھی ہیں، جن کی ٹھیک تعداد معلوم نہیں، شاید پچاس، ساٹھ ہو یا کچھ اس سے زیادہ ہو۔مختلف قسم کے لوگ ہیں اور ان میں کوئی ارتباط (جوڑ) نہیں۔

[1] الحشر:9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہری مملکت مدینہ کا دستور مرتب کیا گیا، جو ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس مواخات کے ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کی دشواریاں حل ہونے کے بعد سارے مختلف قبیلوں کو چاہے مسلمانوں کے ہوں یا غیر مسلموں کے دعوت دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ یہ اجتماع ان کے باپ کے گھر میں ہوا تھا۔لوگ آتے ہیں رسول اکرم ﷺ مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔اس وقت تم میں کا ہر قبیلہ مستقل خود مختار ہے، بہت ٹھیک ! لیکن ہے تنہا۔اگر تم میں سے کسی پر دشمن حملہ کرے تو دوسرے سب لوگ غیر جانبدار رہتے ہیں، اگر تم میں کافی قوت ہے تو دشمن کا مقابلہ کر و سکو گے ورنہ ختم ہو جاؤ گے کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ تم سب مل کر اپنی ایک مرکزی تنظیم کرد؟ تا کہ اگر ایک پر حملہ ہو تو سارے لوگ اسکا ساتھ دیں، اسکی مدافعت میں حصہ لیں، تاکہ دشمن کو اول تو حملہ کرنے کی جسارت ہی نہ ہو۔اور حملہ کر بھی دے، تو تمہاری متحدہ قوت اتنی ہو کہ دشمن کو شکست دے سکے۔بات معقول تھی مشرکین عرب نے بھی قبول کیا، یہودیوں نے بھی قبول کیا ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے بھی قبول کیا، عیسائیوں کا نام اس میں نہیں آتا ہے، میرا شخصی گمان ہے کہ غالباً وہ اس میں شریک نہیں ہوئے۔اس گمان کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ کے عیسائیوں کا ایک سردار تھا ابو عامر الراہب اس کو کسی وجہ سے یہ حسن ظن ہو گیا تھا کہ آخری نبی میں خود ہوں ، محمد ﷺ نہیں ہو سکتا۔چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا ان سے جھگڑا اور کہا کہ تم نبی نہیں ہو اصل میں نبی میں ہوں فلاں فلاں۔ممکن ہے کہ وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ اس کے طرفدار لوگ یعنی عیسائی لوگ اس مرکزی تنظیم میں شریک نہیں ہوئے ہوں۔بہر حال شہر کے آبادی کا بڑا حصہ اس تنظیم میں شریک ہو جاتا ہے، چاہتا ہے کہ ایک شہری مملکت، ایک سٹی اسٹیٹ قائم کرے ، یعنی ایسی سلطنت جس کا رقبہ ایک شہر ہے، اس سے زیادہ نہیں۔یہاں ایک اور عجیب و غریب چیز ثابت ہوتی ہے۔وہ شخص جوامی ہے، جس کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔وہ ہے مؤلف ایک ایسے دستور کا جو تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ تحریری طور سے مدون ہوتا ہے، یعنی شہری مملکت مدینہ کا دستور مرتب کیا گیا، جو تحریری ہے خوش قسمتی سے وہ محفوظ ہے ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے۔جس میں اس مملکت کی ساری ضرورتوں کا جو اس وقت تھیں، سب تفصیل سے ذکر ہیں، وہ یہ کہ اس مملکت میں کون کون لوگ شریک ہیں مدینہ کے انصار مکہ کے مہاجرین اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ تعاون کرنے اور انکے ہمراہ رہ کر مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہوئے ، یعنی غیر مسلم۔جواب شریک ہوں یا بعد میں شریک ہوں ان سب کے لیے گنجائش رکھی گئی ہے کہ شہری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مملکت کی رعیت بنیں۔ کہا گیا صراحت کے ساتھ کہ ساری دنیا کے مقابلہ میں ان کی ایک علیحدہ مستقل مملکت کی حیثیت ہے۔[1]

سارے لوگ متفقہ طور پر رسول اللہ ﷺ کو اپنا بادشاہ بنالیتے ہیں

اس کے بعد اور چیزوں کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے جو ایک نیا ورلڈ آرڈر کہا جا سکتا ہے کہ ہر مذہب کے لوگوں کو مکمل داخلی خود اختیاری دی جاتی ہے، فرض کیجیے دو یہودی ہیں، ان میں جھگڑا ہوتا ہے، قانون یہودی ہو گا جج یہودی ہو گا، عدالت یہودی ہو گی، اور مسلمانوں کی عدالت میں ان کو اپیل کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی وہ مکمل خود مختار ہیں۔ اور سول معاملات میں یونین معاملات میں اسی طرح عقائد اور عبادات وغیرہ ہر قسم کے معاملات میں کامل خود مختاری ہے، یہی آزادی دوسرے قبائل کو بھی دی گئی۔ مشرکین عرب کو بھی، اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو بھی۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ اس مملکت کا سردار کون ہو؟ اصولاً کوئی مدنی شخصیت ہونا چاہیے، کیونکہ مدینہ میں اس کا قیام عمل میں آیا، لیکن مدینہ میں جیسا میں نے ابھی آپ سے بیان کیا، کئی دشواریاں تھیں۔ مسلمان تھے، یہودی تھے، بت پرست تھے عیسائی تھے۔ مختلف قسم کے لوگ تھے عیسائی تو غالباً شریک نہیں ہوے۔ اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کو اپنا سردار بنانے پر آمادہ ہیں یہ بھی ایک سوال ہے کہ کیوں رسول اللہ ﷺ کو بادشاہ بنائیں؟ اپنے میں سے کسی کو کیوں نہ بنائیں؟ میرا خیال ہے، چونکہ اہل مدینہ میں پھوٹ تھی، اوس[2] اور خزرج[1] میں سوا سو سال

---

[1] الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ؛ ڈاکٹر نثار احمد، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، نشریات لاہور، 2008ء؛ عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، کتب خانہ شان اسلام، لاہور

[2] اوس، ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے بنو اوس بن حارث ثعلبہ بن عمرو مزیقیاء بن عامر ماء السماء بن حارث ہے۔ ان کا وطن اصلی یمن ہے یثرب کی طرف ہجرت کی اور خزرج اور یہودی قبائل کے ساتھ رہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کی خزرج کے ساتھ کئی جنگیں ہوئیں انہوں نے آپ ﷺ کی حمایت کی اور اور آپ کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں مدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے خانہ جنگی ہوتی آرہی تھی۔ اگر اوسی کو سردار بنائیں تو خزرجی قبول نہیں کرتا خزرجی کو بنائیں تو اوسی قبول نہیں کر سکتا۔ لہذا کسی اجنبی ہی کو سردار بنانا چاہیے۔ تو مسلمانوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات بطور نبی کے اور بھی اہمیت رکھتی تھی، تو مسلمانوں نے خاموشی سے خوش دلی سے رسول اللہ ﷺ کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اور لوگ کیوں آمادہ ہوئے؟ یہودیوں میں بھی یہی حالت تھی ، پھوٹ تھی۔ اور مختلف یہودی قبیلوں میں خانہ جنگیوں کی وجہ سے وہ بھی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا شخص ہو جو یہودی نہ ہو۔ کیونکہ ایک یہودی قبیلہ کا شخص سرردار یہودی بنے، تو دوسرے یہودی نہیں مانتے ہیں، یہ شخص ﷺ جو مدنی نہیں ہے باہر سے آیا ہے بظاہر بہت فرزانہ اور عقلمند بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا کردار بھی ایسا ہے کہ بہت ہی دیانتدار اور غیر جانبدار ہے، منصف مزاج ہے، اس طرح سارے لوگ متفقہ طور پر رسول اللہ ﷺ کو

کی۔ معجم قبائل العرب، 1/ 51؛ رسول اللہ ﷺ نے اوس و خزرج کے حلیفوں کا نام انصار رکھا، انصار کی تین اقسام ہیں۔ 1۔ اصحاب بیعت عقبہ اولیٰ: ان کی تعداد چھ ہے۔ یہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ اسعد بن ضرارہ، رافع بن مالک، قطیبہ بن طاہر، عوف بن حارث، عقبہ بن عامر، جابر بن عبد اللہ انہوں نے مدینہ میں خوب تبلیغ کی۔

2۔ اصحاب عقبہ ثانیہ: ان چھ حضرات کی تبلیغ سے اگلے سال 10 آدمی آئے۔ جابر بن عبد اللہ کو چھوڑ کر باقی پانچ اور سات تھے ذکوان بن قیس، معاذ بن حارث، عبادۃ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، اعباد بن عبادہ بن حنظلہ، ایوب بن تیہان، عدیم بن ساعدہ، یہ دو آخری قبیلہ اوس سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مصعب بن عمیر کو بھیجا ان کے ساتھ معلم بنا کر جنہوں نے اسد بن زرارہ کے ہاں قیام کیا اور دونوں نے مل کو خوب اسلام کی تبلیغ کی۔

3۔ اصحاب عقبہ ثالثہ: نبوت کے تیرہویں سال 73 لوگ پہلے 12 لوگوں کی تبلیغ سے متاثر ہو کر آئے۔ ان میں 73 مرد دو عورتیں تھیں۔ تفصیلات کیلئے السیرۃ ابن ہشام، 2/ 88؛ دلائل النبوۃ للبیہقی، 2/ 431؛ الطبقات الکبریٰ، 1/ 220

[1] خزرج ان کا سلسلہ بنو خزرج بن حارثہ بن ثعلب البھلول ابن عمرو مزیقیا، بن عامر ماء السماء بن حارث بن امراء لقیس ہے، یہ مدینہ میں اوس کے ساتھ رہتے تھے ان کی اوس کے ساتھ کئی جنگیں ہوئیں جن میں مشہور بعاث کی جنگ ہے۔ معجم قبائل العرب، 1/ 342

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ نبی بھی ہیں بادشاہ بھی ہیں۔اس پر حیرت نہ کیجئے ! میں بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں۔

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

اور سارے انبیاء کو الگ الگ کر کے جو خصوصیتیں دی گئی تھیں، رسول اللہ ﷺ کو سب یک جا دی گئی ہیں۔ حضرت داؤد بن سلیمان علیہما السلام بادشاہ تھے، جیسا قرآن میں لکھا ہے ہمارے نبی بھی اگر بادشاہ بنیں تو حیرت نہیں ہونی چاہیے ، نبی بھی ہوں بادشاہ بھی ہوں بوقت واحد اس کام کے ختم ہونے کے بعد یعنی شہر مدینہ میں ایک مرکزی تنظیم پیدا کرنے، ساری آبادی کو ایک شہری مملکت میں داخل کر لینے دفاع کے انتظامات، قانون سازی کے انتظامات انشورنس کے انتظامات وغیرہ وغیرہ مکمل کرنے کے بعد، جن کی مزید تفصیل میں، میں جا نہیں سکتا، رسول اکرم ﷺ نے ایک تیسرا قدام فرمایا، وہ یہ کہ شہر مدینہ کی آبادی کافی نہیں ہو گی اگر مکہ والے حملہ کریں، خاص طرح وہ اپنے حلیفوں کو ساتھ لیکر آئیں تو مقابلہ ممکن نہیں ہو گا۔رسول اللہ ﷺ والی مدینہ سے نکلنا شروع کرتے ہیں۔ کبھی مدینہ کے شمال میں جاتے ہیں، کبھی مشرق میں، کبھی جنوب میں، کبھی مغرب میں، اور ان قبائل کو جو وہاں بستے ہیں، سب کے سب غیر مسلم ہیں ان کو ایک تجویز پیش کرتے ہیں۔ اس وقت تم خود مختار ہو لیکن تنہا ہو، تمہارا کوئی دشمن تم پر حملہ کرے تو تنہا مقابلہ کرنے پر مجبور ہو گے اور اگر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے تو تم ختم ہو جا سکتے ہو۔کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ تم اور ہم حلیفی کر لیں۔اگر تم پر تمہارا کوئی دشمن حملہ کرے تو ہم تمہاری مدد کو فورا آئیں گے اور ہم پر ہمارا کوئی دشمن حملہ کرے اور ہم تمہیں بلائیں تو تم بھی ہماری مدد کو آنا۔بات معقول تھی۔ان سارے قبائل نے اسے قبول کیا۔شمال میں جہینہ، مشرق میں فلاں، جنوب میں فلاں فلاں۔ ان سارے قبائل کے اس حلیفی کو قبول کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ چھوٹی سی شہری مملکت مکہ کے اطراف ایک سینیٹی کارڈل یعنی دوستوں کا علاقہ قائم ہو گیا۔یعنی اگر مکہ والے حملہ کرنے پر آئیں تو مدینہ پہنچنے سے پہلے مدینہ کے دوستوں سے مقابلہ کرنا ہو گا۔رفتہ رفتہ اس میں اور وسعت ہو گی، اور یہ دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

دشمن کو معاشی دباؤ کے ذریعہ زیر کیا جائے!

جب یہ کام مکمل ہو گیا تقریباً دو سال کی کوشش کے بعد اس وقت رسول اکرم ﷺ کی بجائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکہ پر حملہ کرنے ، خون ریزی کا آغاز کرنے کے وہ تدبیر اختیار فرماتے ہیں جسے میں " معاشی دباؤ" کا نام دوں گا۔ دشمن کو زیر کیا جائے لیکن تلوار کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ معاشی دباؤ کے ذریعہ سے۔اور وہ بھی مناسب طریقہ غیر مناسب طریقہ سے نہیں۔ حضور ﷺ نے کیا حکم دیا؟ شہر مکہ کی زندگی کیلئے ضروری تھا'' رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ" یعنی تجارتی کاروان باہر لے جانا۔جو کاروان شمال میں جاتے یعنی عراق اور شام اور اور مصر ان کو مدینہ کے پاس سے گذرنا ضروری تھا۔حضور اکرم ﷺ حکم دیتے ہیں کہ میرے گھر سے تم نہیں گزر سکتے ! یعنی اسلامی علاقے سے تم گذر نہیں سکتے ، انہیں غصہ آیا واہ ! ہم تو وہاں سے صدیوں برابر گذرتے رہے ہیں، اور اب بھی گذریں گے۔دیکھیں کیسے تم ہمیں روکتے ہو! جب اس طرح کی سر زوری کرتے ہیں۔تو رسول اکرم ﷺ فوجی دستے روانہ کرتے ہیں، کہ ان کو بزور روکا جائے۔لیکن ابھی انتظامات اس زمانے کے ایسے نہیں تھے۔کہ اول تو دشمن مکہ سے چلا ہے اس کی اطلاع دیر سے ملتی۔ راستہ بلکل کھلا تھا، اگر اس مقام پر روکیں تو آدمی اس سے ذرا ہٹ کر، آدمی آگے بڑھ جاتے ہیں، روکنا آسان نہیں تھا۔چنانچہ لکھا ہے کہ آٹھ دس ٹولیاں جو وقتاً فوقتاً بھیجی گئیں کاروانوں کو روکنے کی وہ ناکام ہوئیں۔ پھر اطلاع ملی کہ ایک بڑا کاروان ابو سفیان کی سرداری میں شمال جا رہا ہے شام کو۔اس وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود نکلتے ہیں، کوئی ۲۰۰، ۳۰۰ آدمیوں کو ساتھ لیکر کہ ان کو بزور روکیں، لیکن اس کی اطلاع دیر سے ملی تھی، اور دشمن بچ نکلتا ہے اسے روکا نہیں جاسکتا۔[1]

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صلاحیتوں کا ایک نیا مظاہرہ

اس وقت ہم رسول اکرم ﷺ کی صلاحیتوں کا ایک نیا مظاہرہ کرتے ہیں۔دو جاسوسوں کو روانہ کیا جاتا ہے کہ تم اس کاروان کے پیچھے پیچھے جاؤ شام تک اس کے قریب مقیم رہو۔اطلاع رکھو کہ وہ کب واپسی کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔جیسے ہی معلوم ہو کہ مکہ کی طرف جارہے ہیں، تیزی سے آکر ہمیں مدینہ

[1] الرحیق المختوم؛سورۃ الانفال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اطلاع دو۔ تاکہ تیزی کے اطلاع کے باعث ہم دشمن کا مقابلہ کر سکیں، اس کو روک سکیں اس کو لوٹ سکیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اسلامی انتظامات اپنے مستحکم ہو چکے تھے کہ وہ دونوں جاسوس آئے مدینہ دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کسی اور کے ذریعہ مل چکی ہے اور مدینہ چھوڑ کر آگے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ بدر مدینہ کے جنوب میں ہے۔ کاروان آرہا ہے مدینہ کے شمال سے تو دشمن کو روکنے کے لئے مدینہ کے شمال میں جانے کے بجائے مدینہ کے جنوب میں جاتے ہیں۔ تاکہ یقین رہے کہ دشمن بہر حال ہمیں نظر آئے یہ نہیں کہ ہمارے ایک گھنٹے کی دیر سے پہنچنے کے بعد دشمن نکل جائے۔ اور ہماری کوششیں بے سود ہوں۔ چنانچہ جنوب میں جاتے ہیں ایک ایسے مقام پر جو ایک وادی ہے اور اس وادی کے اطراف بہت بلند پہاڑ ہیں، صرف ایک راستہ ہے جو شمالاً جنوباً اس علائقہ سے گذرتا ہے۔ تو رسول اکرم ﷺ وہاں پہنچتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ابھی دشمن بدر سے نہیں گذرا ہے! دو جاسوس روانہ کرتے ہیں۔ شہر بدر میں آتا ہے وہاں کے کلب میں پہنچتا ہے، یعنی پانی کے کنویں پر۔ پانی کے کنویں پر ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص موجود ہوتا ہے، یا جلدی آجاتا ہے۔ چنانچہ یہ دو سپاہی وہاں پہنچے اور بہانہ کیا کہ ہم مسافر ہیں پیاس لگی ہے تھوڑا سا پانی دو! وہاں دو لڑکیاں پانی بھرنے کے کام میں مشغول تھیں اپنے قبیلہ کے لئے، اور آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے دوسری سے کہا: بہنا! میں تیری مقروض ہوں، لیکن جلد ہی ابو سفیان کا کاروان آنے والا ہے، میں اس کی خدمت کروں گی وہ مجھے بخشش ملے گی، اس کی مدد سے میں تیرا قرضہ پانچ درہم ادا کروں گی۔ مسلمان جاسوسوں نے سنا ان کے لئے کافی تھا، وہ یہ ہی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ابو سفیان یا گذر چکا ہے یا نہیں گذرا ہے۔ جیسے ہی یہ اطلاع ملی وہ بھاگے ہوئے پہنچتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ پھر کمین گاہ وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، کچھ دیر بعد ابو سفیان بھی وہاں پہنچتا ہے اور اسے اطلاع مل چکی تھی کہ جاتے وقت بھی مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ اس وقت وہ ذرا چوکنا رہتا ہے، چنانچہ قافلہ کو بدر کی وادی کے باہر ہی چھوڑ کر خود تنہا شہر کے اندر آتا ہے اور اس کی ملاقات بھی وہاں کے سردار سے، اس کے پاس پہنچ کر اس سے پوچھتا ہے کہ کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ کیا اجنبی لوگ کوئی یہاں آئے ہیں؟ وہ یقین دلاتا ہے کہ بالکل امن امان ہے یہاں کوئی شخص اجنبی آیا نہیں ہے البتہ کوئی ایک گھنٹہ پہلے دو گھنٹہ پہلے دو مسافر بدوی یہاں سے گزر ہے تھے ان کو پیاس لگی تھی، آئے تھے کنویں سے پاس پانی پیا اور چلے گئے۔ لیکن ابوسفیان بڑا سیانا شخص، پوچھنے لگا کدھر گئے؟ پھر اسی کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اونٹوں کی لید کچھ پڑی ہوئی ہے تازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں ایک ڈھیلے کو اٹھاتا ہے، اسے توڑتا ہے، اندر سے کھجور کی گٹھلی نظر آئی۔فوراً سمجھا کہ یہ لوگ بدر کے اونٹوں پر سوار نہیں ہیں، کیونکہ بدر میں گھاس کھائیں گے ، یہ لوگ ہیں مسافر ! اور اونٹوں کی غذا اپنے ساتھ لے جارہے ہیں یعنی اونٹوں کی گٹھلیاں ہو نہ ہو، اور یہ مسلمان ہی ہیں۔ چنانچہ بھاگا ہوا اپن کیمپ میں پہنچتا ہے اور بدر کے شہر میں آنے کے بجائے اسے چھوڑ کر دوسرے راستہ سے ساحل کے کنارے کنارے مکہ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔اور جانے سے پہلے بدر کے ایک بدری کو انعام دیگر کہتا ہے کہ مکہ جاؤ اور وہاں اعلان کرو کہ تمہارا کاروان تجارت خطرے میں ہے۔چنانچہ وہ شخص مکہ جاتا ہے اور اس زمانے کے عادت کے مطابق سارے کپڑے اتار کر بلکل ننگا چلاتا ہے، دوڑو! دوڑو ا لوگ آئے کیا واقعہ ہے؟ تو کہا کہ ابو سفیان نے کہا ہے کہ تمہارا کاروان تجارت خطرے میں ہے، فورا ہی مکہ والے جن کی لاکھوں کی جائیداد اس کے اندر تھی ، ہزاروں کی جائیداد تھی، فور آتیاری کرتے ہیں۔اور ابو جہل کی سرداری میں روانہ ہوتے ہیں۔دو دن کے بعد جب ابو سفیان نے دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے تعاقب سے بچ چکا ہے تو ایک نیا پیغام رساں روانہ کرتا ہے مکہ یہ اطلاع دینے کے لئے اب تمہیں زحمت کرنے کوئی ضرورت نہیں ہے ہم بچ چکے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی جنگی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے

ابو جہل نے کہا نہیں! جانا چاہیے، ایک مرتبہ ہمیشہ کے لیے دشمن کا خاتمہ کرنا چاہیے۔چنانچہ وہ آگے بڑھتا ہے اور چلا آتا ہے اور بدر پہنچتا ہے۔ادھر کمین گاہ میں رسول اللہ ﷺ انتظار کرتے ہیں ایک دن دو دن اور دشمن نہیں آتا یعنی ابو سفیان کا کاروان نہیں آتا، پھر اطلاح ملتی ہے کہ ابوسفیان کا کاروان دوسرے راستہ سے گزر چکا ہے۔البتہ مکہ والے چڑھ دوڑ رہے ہیں بدر کے قریب پہنچ گئے ہیں۔اس وقت آپ پھر مشورہ کرتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیے؟ اور آپ ﷺ کی جنگی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے۔میں اسکی تفصیل میں جا نہیں سکتا۔بہر حال اس طرح بدر کی جنگ ہوتی ہے۔تو جب بدر کی جنگ میں دشمن کو جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شکست ہوئی تو اس نے کہا کہ اب پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کر کے انکا بلکل ہی خاتمہ کر دینا چاہیے۔چنانچہ پھر دشمن اپنے حلیفوں وغیرہ کو لیکر حملہ کرتا ہے احد کی جنگ ہوتی ہے، پھر خندق کی جنگ ہوتی ہے، پھر حدیبیہ کا معاہدہ ہوتا ہے، پھر خیبر کی جنگ ہوتی ہے، پھر مکہ پر قبضہ ہوتا ہے۔اس وقت صرف ایک چیز کا ذکر کر کے ختم کروں گا کیونکہ طویل وقت میں آپ کا لے چکا ہوں ، وہ یہ کہ حدیبیہ کی صلح۔[1]

حدیبیہ کی صلح

خیبر کی جنگ جب فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی اور مکہ والے واپس چلے گئے تو اس وقت سے رسول اکرم ﷺ نے یہ کاروائی شروع کی کہ مکہ والوں کا دل موہ لینا چاہیے، بجائے اس کے کہ ان کو جنگ کر کے زیر کیا جائے۔دوستی کے ذریعہ سے ان کو دوست بنا کر ان سے لڑائی جھگڑے کو ختم کیا جائے، امن حاصل کیا جائے۔اس زمانہ میں مورخین نے لکھا ہے کہ مکہ میں شدید قحط تھا' بارش بھی نہیں ہوئی تھی۔رسول اکرم ﷺ پانچ سو (۵۰۰) اشرفیوں کی رقم یہ آج بھی خطیر رقم کہی جاسکتی ہے مکہ والوں کو چندے میں آپ نے روانہ کی، کہ غریبوں اور مفلسوں کو کھلانے پلانے میں خرچ کیا جائے۔اس وقت ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس رتے رقم کو رد تو نہیں کیا قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کی بیٹی کو عزت بخشی اور نکاح کر لیا بہرحال مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس تاریخ کے بعد سے ابو سفیان کا دل نرم پڑ گیا، اپنے ہی داماد سے جنگ کرنا تھا۔تو اس طرح اس کی دشمنی گھٹ گئی ، ختم نہیں ہوئی۔[2]

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن لاہور؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد،

[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلح، صلح حدیبیہ، ؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر؛ ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی، مغازی رسول ﷺ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور؛ محمد بن عمر الواقدی، کتاب المغازی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم جنگ کیلئے نہیں جا رہے بلکہ عمرہ کیلئے جا رہے ہیں!

یہ تدبیریں ابتدائی تھیں، انجام دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ اعلان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے مکہ جارہے ہیں۔اس وقت تک کعبہ مسلمانون کا ملک نہیں ہے بلکہ مشرکین مکہ کی عبادتگاہ ہے۔اس کی دوسرے الفاظ میں، میں یوں تعبیر کر سکتا ہوں کہ دشمن کی عبادتگاہ کا اعزاز کرنے کے لئے مسلمان جارہے ہیں، مکہ والوں کو نفسیاتی طور پر خوشی ہوئی کہ ہماری عبادتگاہ کو بھی ہمارا دشمن عزت بخش رہا ہے۔یہ شاید بظاہر اس کا منشأ تھا کہ مکہ والوں کو خوش کرنے کی کوشش کی جائے لڑائی مقصود نہیں ہے۔ اس زمانے میں جاتے ہیں، ذی القعدۃ کے مہینہ میں، جبکہ حرام مہینہ ہونے کے باعث مکہ والے جنگ نہیں کر سکتے تھے۔چنانچہ مسلمان بھی اعلان کرتے ہیں ، ہم جنگ کیلئے نہیں جارہے بلکہ عمرہ کیلئے جارہے ہیں۔

اس صلح میں مشرکین مکہ کا پہلو غالب نظر آتا ہے!

وہاں پہنچتے ہیں اسکے حالات سے آپ واقف ہیں، بڑی طویل گفت و شنید کے بعد بالاآخر صلح ہوتی ہے۔مگر اس صلح میں مکہ کے مشرکین کا پہلو غالب نظر آتا ہے۔انہیں ان کی منہ مانگی شرطیں دی گئی ہیں۔ایک طرح سے مسلمانوں کو دب کر صلح کرنی پڑی۔کیونکہ صلح کا ایک جزء یہ تھا کہ اگر کوئی مکہ والا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ گزین ہو تو مطالبہ پر اسکی تحویل عمل میں آئے گی۔اس کے بر خلاف اگر مسلمانوں کا کوئی شخص مکہ میں آئے تو اسکی واپسی وہ نہیں کرینگے۔اس طرح یکطرفہ دیا رفہ دباؤ والی شرط اس میں نظر آتی ہے۔

ضرورت پر دب کر صلح کی جا سکتی ہے!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اسے کیوں قبول کیا؟ اس کی تفصیل نہ سیرت النبی ﷺ کی کسی کتاب میں مجھے ملی نہ حدیث کی کسی کتاب میں ملی تو فقہ کی ایک کتاب میں۔امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور حنفی فقیہ گزرے ہیں، ان کی کتاب المبسوط ۳۰ جلدوں میں چھپی ہے، اس میں ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ ضرورت پر دب کر صلح کی جاسکتی ہے۔اور دلیل میں وہ کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں ایسا ہی فرمایا تھا۔پھر اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ کیوں رسول اللہ ﷺ نے قبول کیا تھا؟ آپ کو شکست نہیں ہوئی تھی ، ہمیشہ آپ ﷺ علم غالب رہے تھے۔اس کے باوجود آپ مکہ والوں سے دب کر صلح کرتے ہیں۔اس وجہ یہ لکھتے ہیں اس وقت مسلمانوں کے دو دشمن تھے۔ایک مدینہ کے شمال میں خیبر کے یہودی دوسرے مدینہ کے جنوب میں مکہ کے مشرک، دونوں دشمن شدید ترین دشمن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان دونوں میں حلیفی تھی۔مکہ والوں نے اور خیبر والوں نے حلیفی کی کہ اگر مسلمان ان میں سے کسی ایک پر حملہ کریں تو فوراً ہی دوسرا فریق مدینہ پر چڑھ دوڑے۔جو فوج سے خالی ہوگا اسے لوٹ لیا جائے اور وہاں کے عورتوں، بچوں کو قتل کر لیا جائے۔اگر مسلمان خیبر کو جاتے ہیں، تو مکہ والے پیچھے سے حملہ کریں گے۔اگر مسلمان مکہ کو جاتے ہیں تو خیبر والے مدینہ پر حملہ کریں گے۔ضرورت تھی کہ ان دو دشمنوں میں سے کسی ایک پر حملہ کیا جائے اور دوسرے کو خاموش کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ خیبر والے یہودی صلح پر آمادہ نہیں ہونگے، فلاں فلاں وجوہ سے۔میرے پاس وقت نہیں تفصیل بیان کرنے کے لئے۔مناسب یہ ہے کہ مکہ والوں کو چاہت دلائی جائے کہ وہ مسلمانوں سے صلح کریں۔اس لیے رسول اکرم ﷺ کے الفاظ ہیں: آج وہ جو چیز بھی مانگے، میں ان کو دینے کیلئے کو تیار ہوں۔اس طرح حدیبیہ میں آپ چاہتے تھے کہ مکہ والوں سے صلح ہو، ہر چیز دینے کو آمادہ صرف ایک شرط پر کہ مسلمانوں اور کسی تیسری مملکت کے درمیان اگر جنگ ہو تو وہ غیر جانبدار رہیں یعنی نام تو نہیں لیا گیا، اگر مسلمانوں اور خیبر والوں میں جنگ ہو تو مکہ والے غیر جانبدار رہیں مسلمانوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔اس غرض کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو بھی مانگو دینے کے لیے تیار ہوں۔ اور اس طرح علاوہ اور شرطوں کے یہ شرط بھی منظور کی کہ یکطرفہ تحویل منظور ہے، اور قریش کو اجازت رہے کہ اسلامی علاقہ سے آزادانہ گذر کر تجارتی کاروبار کریں، اور فلاں فلاں بہت سی چیزیں۔لیکن دس سال تک یہ صلح رہے گی۔[1]

لیکن سیرت النبی ﷺ ناپیدہ کنا دریاء ہے!

اس طرح ہمیں نظر آتا ہے رسول اکرم ﷺ جو جامع الصفات ہیں، دینی نقطہ نظر سے عبادتی عقائد کی نظام ہمیں پیش کرتے ہیں اور اخلاقی نظام پیش کرتے ہیں، سیاسی نظام پیش کرتیں ہیں، فوجی نظام پیش کرتے ہیں، حکومت قائم کر کے اور چلا کر دکھاتے ہیں۔اس مقام پر جہاں کوئی حکومت نہیں تھی۔اس کا ہر ہر دفتر اس کا ہر ہر شعبہ خود قائم کر کے اور تجربوں کے ذریعہ سے

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلح،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے ترقی دیتے جاتے ہیں۔ یہ چند چیزیں ہیں جو میں آپ سے عرض کر سکا۔ لیکن یہ ناپیدہ کنار ایک دریاء ہے ، بیشمار چیزیں بیان کرنی ہیں۔ میں حاضر ہوں اگر آپ سوال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ بہر حال میں ان چند مختصر چیزوں کے ذکر کرنے پر ختم کرتا ہوں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

دوسرا خطاب حیدرآباد بلدیہ میں

محترم صدر محترم بھائیو اور بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی والہ وصحبہ اجمعین!

مجھے آپ لوگوں نے نہ صرف عزت بخشی ہے، بلکہ عزت افزائی فرمائی ہے، حیدرآباد جیسے شہر کی بلدیہ مجھے اپنے یہاں دعوت دیتی ہے یہ ایک عزت ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے متعلق آپ سے کچھ عرض کرنا یہ میرے لیے سعادت کا باعث ہے یہ میرے لیے دوسری عزت ہے۔ بہرحال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ لیکن حضرات گرامی! غلط توقع آپ نہ رکھیں، میں کوئی خطیب ہوں نہ عالم ہوں۔ سیرت النبی ﷺ کے متعلق بچپن سے شوق رہا ہے، جو معلومات مجھے اپنے قریبی زندگی میں مختلف کتابوں کے پڑھنے سے حاصل ہوئی ان کا کچھ حصہ آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ شاید سندھ بھی تشریف لا چکے ہوں

ماحول کی مناسبت ہے کہ ہم سندھ میں ہیں، شاید ایک دو چیزیں میں شروع میں آپ کو ایسی بیان کروں جن کا تعلق سیرت پاک اور ساتھ ہی سندھ سے ہے۔ دو چیزیں ذہن میں آتی ہیں ایک کا تعلق ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے نبوت سے پہلے اور دوسری کا تعلق ہے نبوت کے زمانہ سے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ جس وقت رسول کریم ﷺ بعض ضرورتوں سے جو غالباً تجارتی تھیں اس علاقے میں تشریف لائے جسے آج کل ہم بحرین اور عمان کا نام دیتے ہیں، یعنی جزیرہ نما عرب کا مشرقی حصہ وہاں اس کا ذکر ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا سندھیوں سے تعارف حاصل ہوا۔ گمان کیا جا سکتا ہے کہ شاید رسول اللہ ﷺ اور آگے بڑھ کر بحرین اور عمان سے آگے بڑھ کر شاید سندھ بھی تشریف لا چکے ہوں۔ لیکن اس کا ثبوت نہیں ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے اس بارے میں جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ واقعہ کہ حضوراکرم ﷺ کو موقع ملا کہ سندھیوں سے ملیں، یہ واقعہ یقینا آپ کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

پہلا واقعہ جو سندھ کے سلسلہ میں ہے

اس لیے اولا مختصراً اس کا ذکرکرتا ہوں۔ ایک مشہور مؤرخ گذرا ہے مسلمانوں کا محمد ابن حبیب۔ بہت قدیم مورخ ۲۴۵ء ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کی ایک کتاب ہے ''کتاب المحبر'' اس کا دنیا میں واحد مخطوطہ برٹش میوزم لندن میں ہے اسے شائع کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک بات ہے بہت دلچسپ جس کا عنوان ہے " عرب کے سالانہ میلے" مختلف مقامات پہ جو میلے لگتے تھے، اس کے اس میں حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں کہ کس مقام پر کس مہینے کی کس تاریخ کو لوگ جمع ہوتے تھے وہاں کیا سامان فروخت ہوتا تھا وہاں کس کس ملک کے لوگ آیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ تو معاشیات کے طالب علموں کے لیئے وہ بہت ہی دلچسپ بات ہے۔ اس باب کا ایک فقرہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ "لکھا ہے کہ ایک مقام تھا مشرقی عرب میں جس کا نام ہے "دبا"[1] یہ مقام آج بھی موجود ہے۔ یونائیٹیڈ عرب امیریٹ نامی جو نئی ریاست قائم ہوئی ہے اس میں شہر نجیرہ کے شمال میں یہ بندرگاہ دبا کی آج بھی موجود ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ عرب کی جو سب سے بڑی بندرگاہوں میں سے ایک بندرگاہ ہے " دبا " کی۔ اور یہ کہ اس مقام پر سالانہ میلہ فلاں تاریخ کو شاید رجب کی۲۶/۲۵ لکھا ہے اس تاریخ کو ایک عظیم الشان Internationalمیلہ لگتا ہے تاجروں کا۔ جس میں شرکت کرتے ہیں چین کے لوگ ہند کے لوگ سندھ کے لوگ ایرانی لوگ رومی لوگ مشرق کے لوگ مغرب کے لوگ۔ یہ ہیں اس کے الفاظ اسے پیش نظر

---

[1] دبا (انگریزی: Dibba) (عربی زبان: دِبّا) خلیج عمان میں جزیرہ نما عرب کے مشرقی خطہ میں ایک ساحلی علاقہ ہے۔ اسے 3 سیاسی خطوں میں منقسم کیا گیا ہے:

1- دبا الفجیرہ، اس پر امیر فجیرہ، متحدہ عرب امارات کی حکومت ہے۔ 2- دبا الحصن، اس پر امیر شارجہ، متحدہ عرب امارات کی حکومت ہے۔ 3- دبا البیا، اس پر محافظ مسندم، سلطنت عمان کی حکومت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھیے اس کے بعد ہم آگے بڑھتے ہیں۔ایک حدیث ہے جسے امام بخاری کے استاد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مسند میں درج کیا ہے۔اور وہ حدیث تقریبا ڈیڑھ صفحہ پر مشتمل ہے۔بڑی لمبی اور غیر معمولی طرز سے طویل حدیث ہے۔اس میں لکھا ہے کہ ایک دن قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد مدینہ آیا اور مسلمان ہوا یا مسلمان ہونے کے لئے آیا تو رسول اکرم ﷺ نے اس وقت کے لوگوں سے بہت ہی مہربانی کا برتاؤ کیا، حتی کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ظرافت اور جنسی مزاح بھی ان سے کیا۔چنانچہ سب سے پہلے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ مجھے اپنا کوئی تحفہ نہیں دو گے! ظاہر ہے کہ آپ کو تحفہ کی ضرورت نہ تھی، لیکن اظہار محبت کے لئے فرمایا کہ کیا تم مجھے کوئی تحفہ نہیں دو گے! وہ لوگ بڑی خوشی سے بھاگے اور ہر شخص اپنے سامان میں سے کچھ کھجور لے آیا، رسول اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا، چنانچہ ایک دستر خوان پر بچھادی گئیں۔رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ ایسی ایلیم اس سے اشارہ کرتے ہیں، کیا اس کھجور کا نام برنی[1] نہیں ہے؟ ہاں یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کھجور کا نام فلاں نہیں ہے؟ کیا اس کھجور

[1] كِتَابُ بَابُ: هَلْ يُقَدِّمُ الرَّجُلُ رِجْلَهُ بَيْنَ أَيْدِي أَصْحَابِهِ، وَهَلْ يَتَّكِئُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ؟ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَصَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَصَرِيُّ، أَنَّ بَعْضَ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ سَمِعَهُ يَذْكُرُ، قَالَ: لَمَّا بَدَأْنَا فِي وِفَادَتِنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرْنَا، حَتَّى إِذَا شَارَفْنَا الْقُدُومَ تَلَقَّانَا رَجُلٌ يُوضِعُ عَلَى قَعُودٍ لَهُ، فَسَلَّمَ، فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: مِمَّنِ الْقَوْمُ؟ قُلْنَا: وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ، قَالَ: مَرْحَبًا بِكُمْ وَأَهْلًا، إِيَّاكُمْ طَلَبْتُ، جِئْتُ لِأُبَشِّرَكُمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَمْسِ لَنَا: إِنَّهُ نَظَرَ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ: " لَيَأْتِيَنَّ غَدًا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ - يَعْنِي: الْمَشْرِقَ - خَيْرُ وَفْدِ الْعَرَبِ "، فَبِتُّ أَرُوغُ حَتَّى أَصْبَحْتُ، فَشَدَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي، فَأَمْعَنْتُ فِي الْمَسِيرِ حَتَّى ارْتَفَعَ النَّهَارُ، وَهَمَمْتُ بِالرُّجُوعِ، ثُمَّ رُفِعَتْ رُءُوسُ رَوَاحِلِكُمْ، ثُمَّ ثَنَى رَاحِلَتَهُ بِزِمَامِهَا رَاجِعًا يُوضِعُ عَوْدَهُ عَلَى بَدْئِهِ، حَتَّى انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , وَأَصْحَابُهُ حَوْلَهُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَقَالَ: بِأَبِي [ص:410] وَأُمِّي، جِئْتُ أُبَشِّرُكَ بِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَقَالَ: ((أَنَّى لَكَ بِهِمْ يَا عُمَرُ؟)) قَالَ: هُمْ أُولَاءِ عَلَى أَثَرِي، قَدْ أَظَلُّوا، فَذَكَرَ ذَلِكَ، فَقَالَ: ((بَشَّرَكَ اللَّهُ بِخَيْرٍ)) ، وَتَهَيَّأَ الْقَوْمُ فِي مَقَاعِدِهِمْ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا، فَأَلْقَى ذَيْلَ رِدَائِهِ تَحْتَ يَدِهِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهِ، وَبَسَطَ رِجْلَيْهِ. فَقَدِمَ الْوَفْدُ فَفَرِحَ بِهِمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ أَمْرَحُوا رِكَابَهُمْ فَرَحًا بِهِمْ، وَأَقْبَلُوا سِرَاعًا، فَأَوْسَعَ الْقَوْمُ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ عَلَى حَالِهِ، فَتَخَلَّفَ الْأَشَجُّ - وَهُوَ: مُنْذِرُ بْنُ عَائِذِ بْنِ مُنْذِرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ زِيَادِ بْنِ عَصَرَ - فَجَمَعَ رِكَابَهُمْ ثُمَّ أَنَاخَهَا، وَحَطَّ أَحْمَالَهَا، وَجَمَعَ مَتَاعَهَا، ثُمَّ أَخْرَجَ عَيْبَةً لَهُ وَأَلْقَى عَنْهُ ثِيَابَ السَّفَرِ وَلَبِسَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حُلَّةً، ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي مُتَرَسِّلًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ سَيِّدُكُمْ وَزَعِيمُكُمْ، وَصَاحِبُ أَمْرِكُمْ؟)) فَأَشَارُوا بِأَجْمَعِهِمْ إِلَيْهِ، وَقَالَ: ((ابْنُ سَادَتِكُمْ هَذَا؟)) قَالُوا: كَانَ آبَاؤُهُ سَادَتَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ قَائِدُنَا إِلَى الْإِسْلَامِ، فَلَمَّا انْتَهَى الْأَشَجُّ أَرَادَ أَنْ يَقْعُدَ مِنْ نَاحِيَةٍ، اسْتَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا قَالَ: ((هَا هُنَا يَا أَشَجُّ)) ، وَكَانَ أَوَّلَ يَوْمٍ سُمِّيَ الْأَشَجَّ ذَلِكَ الْيَوْمَ، أَصَابَتْهُ حِمَارَةٌ بِحَافِرِهَا وَهُوَ فَطِيمٌ، فَكَانَ فِي وَجْهِهِ مِثْلُ الْقَمَرِ، فَأَقْعَدَهُ إِلَى جَنْبِهِ، وَأَلْطَفَهُ، وَعَرَفَ فَضْلَهُ عَلَيْهِمْ، فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَهُ وَيُخْبِرُهُمْ، حَتَّى كَانَ بِعَقِبِ الْحَدِيثِ قَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْ أَزْوِدَتِكُمْ شَيْءٌ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، فَقَامُوا سِرَاعًا، كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ إِلَى ثِقْلِهِ فَجَاءُوا بِصُبَرِ التَّمْرِ فِي أَكُفِّهِمْ، فَوُضِعَتْ عَلَى نِطَعٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ جَرِيدَةٌ دُونَ الذِّرَاعَيْنِ وَفَوْقَ الذِّرَاعِ، فَكَانَ يَخْتَصِرُ بِهَا، قَلَّمَا يُفَارِقُهَا، فَأَوْمَأَ بِهَا إِلَى صُبْرَةٍ مِنْ ذَلِكَ التَّمْرِ فَقَالَ: ((تُسَمُّونَ هَذَا التَّعْضُوضَ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((وَتُسَمُّونَ هَذَا الصَّرَفَانَ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، ((وَتُسَمُّونَ هَذَا الْبَرْنِيَّ؟)) ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((هُوَ خَيْرُ تَمْرِكُمْ وَأَنْفَعُهُ لَكُمْ - وَقَالَ بَعْضُ شُيُوخِ الْحَيِّ - وَأَعْظَمُهُ بَرَكَةً)) وَإِنَّمَا كَانَتْ عِنْدَنَا خَصِبَةٌ نَعْلِفُهَا إِبِلَنَا وَحَمِيرَنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ وِفَادَتِنَا تِلْكَ عَظُمَتْ رَغْبَتُنَا فِيهَا، وَفَسَلْنَاهَا حَتَّى تَحَوَّلَتْ ثِمَارُنَا مِنْهَا، وَرَأَيْنَا الْبَرَكَةَ فِيهَا۔ (الادب المفرد، حدیث 1198)۔ کیا آدمی اپنے ساتھیوں کے سامنے پاؤں پھیلا سکتا اور تکیہ لگا سکتا ہے شہاب بن عباد عصر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے وفد عبد القیس کے بعض لوگوں کو بیان کرتے ہوئے سنا: جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کا حتمی فیصلہ کر لیا اور ہمارا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا اور ہم پہنچنے کے قریب ہوئے تو ہمیں ایک آدمی ملا جو ایک سست رفتار اونٹنی تیزی سے دوڑا رہا تھا۔ اس نے سلام کہا تو ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ رکا اور اس نے کہا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: یہ عبد القیس کا وفد ہے۔ اس نے کہا: خوش آمدید، میں تمہاری ہی تلاش میں تھا۔ میں تمہیں خوشخبری دینے کے لیے آیا ہوں۔ کل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا جبکہ آپ مشرق کی طرف دیکھ رہے تھے: "کل ضرور اس طرف سے، یعنی مشرق سے ایک وفد آئے گا اور وہ عرب کا بہترین وفد ہوگا۔" میں نے رات بے چینی سے گزاری اور صبح ہوتے ہی اپنی سواری پر کجاوا کس لیا۔ میں خوب تیز چلا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، اب میں واپس جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا (کہ وہ وفد تو لیٹ آئے گا) کہ مجھے تمہاری سواریوں کے سر دور سے دکھائی دیے۔ پھر اس نے اپنی سواری کی "مہار موڑی" اور الٹے پاؤں اسے دوڑاتا ہوا واپس چلا گیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ انصار و مہاجرین کے جلو میں تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں آپ کو عبد قیس کے وفد کی آمد کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر! وہ تمہیں کہاں مل گئے؟" انہوں نے کہا: وہ بس میرے پیچھے ہی آ رہے ہیں، ابھی پہنچے۔ اس نے جب یہ بات بتائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تجھے بھی اچھی خوشخبری دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنی چادر کے دامن کو اپنے ہاتھ کے نیچے رکھا اور اس کی ٹیک لگا کر دونوں ٹانگیں پھیلا لیں۔ چنانچہ جب وفد آیا تو اس پر مہاجرین و انصار بڑے خوش ہوئے۔ جب وفد والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھا تو اس خوشی میں اپنی سواریوں کو کھلا چھوڑ کر جلدی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ صحابہ کرامؓ نے مجلس وسیع کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ کیفیت ہی میں تشریف فرما رہے۔ اشج رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے، اور ان کا نام منذر بن عائذ بن منذر بن حارث بن نعمان بن زیاد بن عصر تھا، انہوں نے سب کی سواریوں کو جمع کیا، انہیں بٹھایا، ان کا بوجھ اتارا اور سامان اکٹھا کیا، پھر اپنا تھیلا نکالا اور سفر کے کپڑے اتارے اور حُلّہ (نیا جوڑا) پہن لیا اور آرام سے چلتا ہوا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا سردار، رئیس اور صاحب اختیار کون ہے؟'' سب لوگوں نے اس (اشج) کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارے سرداروں کی اولاد سے ہے؟'' لوگوں نے کہا: اس کے آباؤ اجداد جاہلیت میں ہمارے سردار تھے۔ اور یہ اب ہمارا سردار ہے جو ہمیں اسلام کی طرف لے آیا ہے۔ جب اشج رضی اللہ عنہ پہنچے تو انہوں نے ایک طرف بیٹھنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اشج ادھر آ جاؤ'' یہ پہلا دن تھا جب انہیں اشج کے لقب سے پکارا گیا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ بچپن میں انہیں گدھی نے کھر مارا تھا اور ان کے چہرے پر چاند کی مثل نشان تھا۔ آپ نے انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور بڑی شفقت سے گفتگو فرمائی۔ اور ان کی قوم پر ان کی جو فضیلت تھی آپ نے اسے جان لیا۔ پھر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرنے لگے اور آپ جواب دینے لگے۔ گفتگو کے اختتام پر آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس زاد سفر ہے؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں اور جلدی سے اٹھے اور ہر شخص اپنے سامان سے تھوڑی تھوڑی کھجوریں لے آیا جس سے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ چنانچہ وہ چمڑے کے ایک دستر خوان پر آپ کے سامنے رکھ دی گئیں اور آپ کے پاس دو ہاتھوں سے کم اور ایک ہاتھ سے بڑی چھڑی تھی۔ آپ اس سے ٹیک لگاتے تھے اور اکثر اسے پاس ہی رکھتے تھے۔ آپ نے اس چھڑی سے کھجوروں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم ان کو تعضوض کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تم ان کو صرفان بھی کہتے ہو؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''تم ان کو برنی کہتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری کھجوروں میں سب سے اچھی شمار ہوتی ہے اور پک کر بہت بہتر ہوتی ہے۔ قبیلے کے بعض بزرگوں نے یہ الفاظ بھی بیان کیے: ''اور یہ قسم برکت کے اعتبار سے بھی دوسروں سے بڑھ کر ہے۔'' کھجوروں کی یہ قسم ہمارے ہاں سستی شمار ہوتی تھی جسے ہم اونٹوں اور گدھوں کو کھلایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ جب ہم اپنے اس سفر سے واپس آئے تو برنی کھجوروں میں ہماری رغبت زیادہ ہوگئی اور ہم نے اس کے پودے لگائے یہاں تک کہ ہمارے پھل کھجور کی اسی قسم کے ہوگئے اور ہم نے ان میں برکت بھی دیکھی۔

تشریح: عبدالقیس کے وفد کی آمد صحیح احادیث سے ثابت ہے، تاہم اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں یحییٰ بن عبدالرحمن عصری راوی غیر معروف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تیرے اندر دو خوبیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ حلم وبردباری اور طبیعت میں ٹھہراؤ۔“ اسی طرح برنی کھجوروں کے حوالے سے وارد الفاظ بھی صحیح ہیں۔ (الصحیحة للألباني، ح:۱۸۴۴)

تخریج: ضعیف: أخرجه أحمد:۱۵۵۵۹۔ والطبراني في الكبير: ۲۰/ ۳۴۵۔ وأبي يعلىٰ:۶۸۱۵۔ عبدالقیس کے وفد کی آمد صحیح احادیث سے ثابت ہے، تاہم اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں یحییٰ بن عبدالرحمن عصری راوی غیر معروف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تیرے اندر دو خوبیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ حلم وبردباری اور طبیعت میں ٹھہراؤ۔“ اسی طرح برنی کھجوروں کے حوالے سے وارد الفاظ بھی صحیح ہیں۔ (الصحیحة للألباني، ح:۱۸۴۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے صبح کے وقت مدینہ منورہ کے دو پتھریلے میدانوں کے درمیان سے سات کھجوریں کھائیں، اس دن شام تک اسے زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔" ((صحیح المسلم، الأشربة، باب فضل تمر المدینة، حدیث:2047))

☆ مزید فرمایا: "تمھاری بہترین کھجور برنی ہے۔ یہ بیماری کو دور کرتی ہے اور اس میں کوئی بیماری نہیں۔" ((صحیح الجامع الصغیر وزیادته للألباني:3303۔ البانی نے کہا: "حسن ہے۔"))

جدید میڈیکل سائنس نے کھجور کے بہت سے غذائی اور ادویاتی خصائص بیان کیے ہیں۔ چند خصائص یہ ہیں: "یہ طبیعت کے لیے ملین (نرم کرنے والی) ہے۔ جگر کو قوت دیتی ہے۔ قوتِ باہ میں اضافہ کرتی ہے، بالخصوص جب اسے "حب صنوبر" (چلغوزہ) کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو بے حد مفید ہے۔ معدہ اس کے میٹھے اجزاء کو براہ راست ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں چوس لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انگور اور دوسرے پھلوں کی مٹھاس جو کھجور میں پائی جاتی ہے، وہ سادہ مالیکیولوں پر مشتمل ہے۔ کھجور کی یہ خصوصیت خاص طور سے روزہ دار کے معدے کے لیے بہت مناسب ہے جو ایک طویل وقت آرام کے مرحلے سے گزرتا ہے۔ اس وقت اگر دیر سے ہضم ہونے والے غذائی مادے معدے میں جائیں تو اس پر بہت بوجھ پڑے گا اور بد ہضمی یا دیر ہضمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا نام فلاں نہیں ہے؟ حیرت سے وہ لوگ کہتے ہیں ، ہاں یا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ پوچھتے ہیں کیا فلاں گاؤں ابھی موجود ہے تمہارے ملک میں؟ کہتے، ہاں یارسول اللہ ﷺ فلاں سردار فلاں نامی جو سردار تھا، کیا وہ ابھی زندہ ہے؟ ہاں یارسول اللہ ﷺ جب ان سے اس طرح کی چیزیں پوچھی گئیں تو آخر میں حیرت زدہ ہو کر وہ کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے ملک ہمارے شہروں اور ہمارے سردار سے ہم سے بھی زیادہ واقف نظر آتے ہیں، یہ کیسے؟ تو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے درج کئے ہیں " میں اس مقام پر گیا ہوں بہت دن تک میرے پاؤں اس سر زمین کو روندتے رہے ہیں۔ وہاں کے "قلعہ مشقر" کی چابیاں میں نے حاصل کی ہیں۔ اور وہاں کے قریب جو چشمہ زارہ ہے، میں وہاں کھڑا بھی ہوا تھا کچھ عرصے کیلئے" اور فلاں فلاں کچھ اس طرح کی

کا عارضہ لاحق ہو جائے گا۔ لیکن اگر روزہ کھولتے وقت کھجور سے ابتدا کی جائے اور پھر آدھ گھنٹہ بعد باقی کھانا کھایا جائے تو یہ عوارض لاحق نہیں ہوتے۔

وہ زہر جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے اس سے مراد شاید خون کے زہریلے مادے ہیں۔ مثال کے طور پر یوریا کے ذریعے سے زہر پھیلتا ہے۔ کھجور کی شیرینی پیشاب آور ہوتی ہے۔ نتیجتاً اس سے جگر کی صفائی ہوتی ہے اور خون زہریلے مواد سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہیں سے یہ راز سمجھ میں آتا ہے کہ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر ایسے مریض کو شوگر کی گولیاں دیتے ہیں جو آپریشن کرانے کے لیے آئے۔ یہ گولیاں مریض کی غذائی ضروریات پوری کرتی ہیں۔ شوگر ہی وہ واحد دوا ہے جو یوریمیا کے مرض میں استعمال کرائی جاتی ہے۔ اس مرض میں یوریا کی وجہ سے خون کے اندر زہریلا مادہ سرایت کر جاتا ہے۔

جو شخص مستقل طور پر کھجور استعمال کرتا ہے وہ اپنے خون اور پٹھوں کے نظام کی حفاظت اس شخص کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح کر سکتا ہے جو گوشت کثرت سے کھاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گوشت ایسے مواد اور فضلات چھوڑ جاتا ہے جو آہستہ آہستہ جمع ہو کر خون کو زہر آلود کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

سائنس دانوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان "(برنی) کھجور بیماری کو دور کرتی ہے اور اس میں کوئی بیماری نہیں۔" پر غور کیا تو پتہ چلا کہ کھجور بیماری کے جراثیم آگے منتقل نہیں کرتی۔ اگر کھجور بڑی حد تک جراثیم سے لتھڑی ہو تب بھی عام حالات میں تین دن تک ہیضے کے جراثیم سے خالی رہتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیل ہے۔

آپ ﷺ اس میلے میں شریک ہوئے، جہاں سندھی بھی جمع ہوتے تھے

اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ اور علمی تجارت کے سلسلے میں غالباً حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سامان لے کر نہ صرف شام گئے تھے نہ صرف یمن گئے تھے بلکہ مشرقی عرب کے اس علاقے میں جو قبیلہ عبدالقیس کی سر زمین تھی وہاں بھی آپ ای علوم تشریف لے گئے تھے۔یہ علاقہ وہی ہے جہاں آجکل پیٹرول نکلا ہے، زہران[1] اور العساکر وغیرہ۔اس علاقے ہی کے پاس ہے وہ مشہور میلہ دیا جو ہر سال لگا کرتا تھا۔گمان کیا جا سکتا ہے، میرے خیال میں اس استنباط سے آپ کو اعتراض نہ ہوگا۔غالباً رسول اکرم ﷺ اس میلے میں شرکت کے لئے وہاں سے گذرے تھے ، یعنی قبیلہ عبد القیس کی سر زمین سے اور اس طرح آپ اس میلے میں شریک ہوئے جہاں سندھی بھی جمع ہوتے تھے، ہندی بھی جمع ہوتے تھے، چینی بھی جمع ہوتے تھے یونانی بھی ایرانی بھی فلاں فلاں بھی۔یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ہمارے لیے بہت عجیب ہو گا کیونکہ ہماری سرزمین سے رسول اللہ ﷺ سے تعلق کی ایک نئی اطلاع ہمیں ملتی ہے۔

---

[1] زہران (زَهرَانُ) کے معنی ہیں سفید چمک دار چہرے والا، قبیلہ کا سردار، عربوں کا ایک مشہور قبیلہ بھی تھا۔ جمهرة اللغة (2/ 712)"والزَّهْرَة والزَّهَرَة: زَهرة الدُّنْيَا وبهجتها. وَقد قرئَ: زَهْرةُ الْحَيَاة الدُّنيا، وزَهَرَة. وَرجل زاهرٌ وأزْهَرُ، وَهُوَ الأَبْيَض المضيء الْوَجْه، وقمر زَاهِر. وَقد سمّت الْعَرَب زاهِراً وزُهيراً وزُهْراً وأزْهَراً وأزْهَر وزَهْران، وَهُوَ أبي قَبيلَة مِنْهُم. والزُّهَرَة: نجم من نُجُوم السَّمَاء مَعْرُوف"تاج العروس (11/ 480) : "(وزُهَرَةُ، كهُمَزَة، وزَهْرَانُ) ، كسَحْبان، (وزُهَيْرٌ)، كزُبَيْر: (أَسماءٌ) ، وَكَذَا زَاهِرٌ وأَزْهَرُ".تاج العروس(38/ 266):" {وسَراةُ مُضافَةً إِلَى) عدَّةِ قَبائِل ومَواضِع فَمِنْهَا:} سَراةُ (بَجيلَةَ وزَهْرانَ وعَنْزٍ) ، بفَتْحٍ فسكونٍ، (والحِجْرِ) ، بالكسْرِ؛ (و) سَراةُ (بَني القَرْنِ) ، بالفتْحِ، (و) سَراةُ (بَني شَبانَةَ، و) سَراةُ (المَعافِرِ وفيهَا قُرًى وجِبالٌ) ومِياهٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا وہ واقعہ جو سندھ کے سلسلہ میں ہے!

دوسرا واقعہ جو سندھ کے سلسلہ میں ہے رسول اکرم ﷺ کی سیرت پاک میں ہمیں درج ملتا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مختلف ضرورتوں سے خطوط لکھا کرتے تھے۔ بادشاہوں کے نام کہ اسلام لاؤ! قبیلوں کے سرداروں کے نام ، فلاں کام انجام دو اپنے گورنروں کے نام کہ فلاں چیز کی جائے گورنروں کے سوالات کے جوابات۔ غرض رسول اکرم ﷺ کے مکتوبات اس وقت تک جو دستیاب ہو چکے ہیں، ۳۰۰ (تین سو) سے زیادہ ہیں۔ ان کی اولین تدوین ایک شخص نے کی تھی، جس کا نام ہے ابو جعفر دیبلی[1]۔ دیبل کا علاقہ[2] آپ ہی کے علاقے میں واقع ہے۔ اور خوش قسمتی ہے تاریخ وسیرت پر وہ چھوٹا سا

---

[1] بلاشبہ دنیا کی تاریخ میں عہد نبوی ﷺ سیاسی، دینی اور اقتصادی اعتبار سے ممتاز ہے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں پر سیرت نگاروں نے کاوشیں کیں۔ کتب احادیث بھی آپ ﷺ ہی کے کردار کا مرقع ہیں۔ عبادات و معاملات، عقائد و غزوات اور محامد و فضائل، کونسا باب اور فصل آپ کے تذکرے سے مزین نہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات پاکیزہ سے متعلق صدہا مصنفینِ اسلام نے قابل قدر تصانیف لکھی ہیں اور اس کثرت سے لکھی ہیں کہ آج تک کسی علمی یا ادبی موضوع پر اس قدر سیر حاصل کتابیں تصنیف نہیں کی گئیں۔ سیرت مقدسہ کی ان کتابوں میں مصنفین نے جہاں رسول اکرم ﷺ کی پاک زندگی کے مختلف گوشوں پر پوری شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اسی کے ذیل میں انہوں نے آپ کے ان فرامین مکاتیب عالیہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو مختلف حالات کے زیر اثر دنیا کے مختلف حصوں میں ارسال کئے گئے۔ ان مکاتیب النبی ﷺ کی جمع و تدوین میں راویان حدیث اور محدثین کرام کا بڑا حصہ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ”فرمان نبوی ترجمہ و شرح مکاتیب النبی ﷺ“ تیسری صدی ہجری کے معروف محدث ابو جعفر الدیبلی السندی رحمۃ اللہ علیہ کی نبی کریم ﷺ کے مختلف مکتوبات پر مشتمل عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ کی سعادت مولانا محمد عبد الشہید نعمانی نے حاصل کی ہے

[2] دیبل کراچی سے 37 میل دور بھمبھور (Bhambore) سندھ، پاکستان کے ضلع ٹھٹھہ میں واقع ایک قدیم شہر تھا جس کی تاریخ پہلی صدی قبل مسیح تک ہے۔ شہر کے کھنڈر این-5 نیشنل ہائی وے پر کراچی کے مشرق میں واقع ہیں۔ 2004 میں محکمۂ آثارِ قدیمہ و عجائب گھر حکومتِ پاکستان نے اس مقام کو یونیسکو عالمی ثقافتی ورثہ مقامات کی فہرست میں شامل کرنے کے لیے پیش کیا۔) کے مقام پر ایک قدیم بندر گاہ ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے اسی بندر گاہ پر اپنا جھنڈا لہرایا۔ یہاں ہندوؤں کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رسالہ سے مکتوبات نبوی ﷺ کو بہت قدیم زمانے میں تقریباً ۱۰۰۰(ایک ہزار) سال سے زیادہ عرصہ قبل ابو جعفر دیبلی نے مدون کیا تھا وہ چھپ بھی گیا ہے اور دستیاب بھی ہے۔ یہ چند چیزیں تھیں، جو بطور تمہید، میں نے آپ سے عرض کیں۔

کہاں سیرت پاک ﷺ پر کچھ عرض کرنا؟ جو ایک ناپیدہ کنار کے مانند ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو خود ہمارے خالق پروردگار نے اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے عام الفاظ میں: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[1] آپ ﷺ نمونہ اور قابل تقلید نمونہ ہیں سارے لوگوں کے لئے بلا استثناء کسی خاص گروہ کے۔ بادشاہ کیلئے بھی، فقیر کیلئے بھی، سپہ سالار کیلئے بھی عام انسان کیلئے بھی عورت کیلئے بھی، مرد کیلئے بھی، سبھی کیلئے۔ ان حالات میں اس شخص کی سوانح زندگی جو سارے انسانوں کے متعلق تھی اور ساتھ ہی اس شخصیت کی زندگی، جس کے معلومات تاریخ نے بیحد احتیاط کے ساتھ جمع کئے مدون کئے، اور ہم تک پہنچائے۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حدیث ہے[2] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک یعنی رسول کرم ﷺ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ ایک لاکھ چوبیں ہزار پیغمبروں کے حالات بہت دور

مندر بکثرت تھے اور وہ اس شہر کو دیول بندر کہتے تھے۔ تاریخ اور روایتوں میں دیبل کو بھمبھور، دیول اور لاہری بندر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ 1912ء کی کھدائی میں یہاں سے ایسے آثار ملے ہیں جو اسلامی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس شہر میں ہندوؤں کا ایک مندر بھی تھا۔

[1] الاحزاب:21

[2] مسند احمد میں یہ روایت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ جَالِسًا قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمْ وَفَّى عِدَّةُ الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: «مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا الرُّسُلُ مِنْ ذَلِكَ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيرًا»

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں موجود تھے. تو میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! انبیاء کی تعداد کتنی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار جبکہ ان میں سے رسولوں کی مجموعی تعداد تین سو پندرہ ہے۔ مسند احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی، بیروت:5/265، 266، حدیث نمبر(22288)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے نام بھی ہمیں پوری طرح معلوم نہیں، مشکل سے پچیس چھبیس پیغمبروں کے نام آتے ہیں، ان پچیس چھبیس پیغمبروں میں سے بھی مشکل سے دو چار کے حالات ہمیں کسی قدر تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس تفصیل سے کہ زیادہ سے زیادہ صفحے نہیں ' بہت سے لوگ دو صفحوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔رسول اکرم ﷺ کے حالات پر جو کتابیں لکھیں گئی ہیں، وہ تیس بتیس جلدوں میں، چالیس جلدوں میں لکھیں گئی ہیں۔[1] ان حالات میں آپ کے سامنے اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنا نا ممکن ہے، اس لئے میں مجبور ہوں کہ اس کے کسی ایک پہلو پر یا چند پہلوؤں پر مختصر سی روشنی ڈالوں کیونکہ وقت بھی محدود ہے زیادہ وقت میں آپ کا لے نہیں سکتا۔ صبح بھی میں نے کچھ چیزیں بیان کیں یونیورسٹی میں، جن کا تعلق تھا رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی سے کہ آپ ﷺ نے کس طرح حکومت قائم کی اس حکومت کے دفاع کیلئے کیا انتظامات کئے؟ دشمنون سے کس طرح مقابلہ کیا؟ اور سپہ سالاری کے کیسے کیسے حیرت ناک نمونے پیش کئے؟ کہ انسانی خون کی عزت بھی ہو، بہت بڑی تعداد میں آنے والے دشمن کو زیر بھی کیا جائے اور زیر شدہ دشمنوں کا دل اس طرح موہ لیا جائے کہ خلوص دل سے، مسلمان بھی ہو جائے وغیرہ وغیرہ کچھ چیزیں میں نے بیان کیں۔[2]

موزوں یہ ہوگا کہ آج رسول اکرم ﷺ کے دین کے متعلق کچھ چیزیں بیان کی جائیں:

کل مجھے کراچی میں ایک لیکچر دینا پڑا وہاں کی انجنیئرنگ یونیورسٹی میں، میرا خیال ہے کہ جس مقام پر تقریر کی جائے اس کی مناسبت سے کچھ چیزیں بیان کی جائیں انجنیئر نگ کالج میں اگر میں عہد نبوی ﷺ کی شاعری پر بیان کروں چیز دلچسپ ہے، لیکن سننے والوں کو نہ کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے نہ کوئی فائدہ۔چند دن پہلے میں بہاول پور میں تھا، وہاں مجھے میڈیکل کالج میں دعوت دی گئی۔ظاہر ہے وہاں مجھے علم طب کی بعض چیزیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے لیکر بیان کرنے کی ضرورت تھی۔اور مجھے کوئی

[1] مثلاً محمد بن اسحاق بن یسار، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور

[2] اس موضوع پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ نہیں کہ دنیا کے ہر علم کو جان سکوں۔اس کے بر عکس مجھے اعتراف ہے کہ انجنیئرنگ کی مجھے الف ب بھی نہیں آتی، طب کی الف ب بھی مجھے نہیں آتی۔ان حالات میں شاید میرے لئے موزوں یہ ہوگا کہ آج رسول اکرم ﷺ کے دین کے متعلق کچھ چیزیں آپ سے بیان کروں۔

دین[1] اسلام کے وہ تین عناصر جو رسول اکرم ﷺ نے بتائے:

آپ میں سے ہر شخص واقف ہے، عقائد[2] کیا ہیں؟ اللہ ایک ہے، حضرت محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور

---

[1] دین کا معنی اطاعت، جزا، عبادت، عقیدہ، شریعت اور ملت کے آتے ہیں۔لفظ دین قرآن مجید میں 19 مقامات پر آیا ہے۔دین اس قدیمی حقیقت کا نام ہے جس کا آغاز مخلوق کے وجود کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ، مٰلِكِ يَومِ الدِّينِ (دین جزا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے)فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔جبکہ شریعت سے مراد دین کے اصولوں پر عمل درآمد اور انسانی زندگی میں اصولوں کی عملی تشکیل کا واحد راستہ ہے جو اللہ تعالی نے اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا اور دکھلایا شریعت کہلاتا ہے۔پانی پینے کی جگہ، گھاٹ۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ،جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا- اس کے مختلف معنیٰ ہیں توحید عقائد اور احکام عملیہ۔

اصول دین وشریعت سے مراد وہ قواعد واحکام ہیں جن کے ذریعے شریعت کے فروعی یعنی جزوی احکام تفصیلی دلائل سے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ان اصولوں کے ذریعے دین اسلام کے فقہی احکام معلوم کیے جاتے ہیں اور شریعت کے احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرکے قواعد وضوابط مقرر کرنا جو جدید مسائل حالات کے بارے میں شرعی احکام جاننے میں مدومعاون ثابت ہوں ان قواعد وضوابط کے مجموعے کا نام اصول دین ہے۔

[2] عقیدہ سے مراد وہ اصول و قواعد ہیں جن کے مطابق انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر عملی زندگی گزارتے ہیں۔یہ قواعد وضوابط الہامی اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہوتے ہیں ان الہامی تعلیمات کی بنیاد توحید اور معرفت الٰہی ہے۔پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دعوت کا آغاز اصلاح عقائد ہی سے کیا تھا عقیدے کا لفظ عقد سے بنا ہے جس کے معنی ہیں باندھنا گرہ لگانا اور مضبوطی سے کسی چیز کے ساتھ منسلک ہو جانا۔عربی زبان میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً عقد الحبل "رسی کو گرہ لگانا"، عقد الازار کے معنی ہیں "ازار باندھنا" اور عقد العهد والبيع کے معنی ہیں "عہد اور بیع کو پکا کرنا" یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا رسول ہے۔کچھ اس طرح کی چیزیں ہماری ضرورت ہیں ، ہمارے واجبات میں سے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں سے ہیں۔ اس طرح کی چیزیں ہیں جن سے آپ میں سے ہر کوئی واقف ہے۔ لیکن واقفیت کے ساتھ ساتھ اگر ہمیں اس کے کچھ وجوہ اور اسباب بھی معلوم ہوں، تو ہماری عقیدت اور ہمارا ارتباط ان چیزوں سے بڑھ جائے۔ ان حالات میں اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ الفاظ اسلام کے ان تین عناصر کے متعلق بیان کروں گا جو خود رسول اکرم ﷺ نے چنے اور بتایا کہ اسلام کے معنی تین چیزیں ہیں، وہ ایک مشہور حدیث ہے، جس کا ذکر امام بخاریؒ امام مسلمؒ وغیرہ بہت سے محدثوں نے کیا ہے، اور دلچسپ انداز میں لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص جس کا لباس انتہائی سفید تھا جس کے سر کے بال انتہائی سیاہ تھے، اسے ہم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ کون ہے؟ کس مقام کا ہے؟ کس قبیلے کا ہے؟ وہ بڑھتے ہوئے مسجد کے اندر آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا، رانوں سے رانیں ملا کر۔ اور پھر اس کے بعد کہا اے محمد ﷺ اسلام کیا چیز ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا اس جواب پر اس نے کہا ٹھیک کہتے ہو۔ سارے صحابہ حیرت زدہ ہیں کہ یہ شخص کون ہے؟ پوچھتا بھی ہے اور اس کی تائید بھی کرتا ہے۔ پھر دوسرا سوال کیا اسلام کیا چیز ہے؟ ایمان کیا چیز ہے؟ اور پھر احسان کیا چیز

لفظ "حل" کا متضاد ہے۔ "حل" کے معنی ہیں "کھولنا" اور عقد کے معنی ہیں "باندھنا"۔ اردو زبان میں کبھی ان دو الفاظ کو ملا کر ایک ترکیب بنائی جاتی ہے جیسے معاملات حکومت میں تصرف اور تسلط رکھنے والے لوگوں کو "ارباب حل و عقد" کہا جاتا ہے۔
اصطلاحی اعتبار سے عقیدے سے مراد انسان کے وہ پختہ اور اٹل نظریات ہیں جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ انسان کا ہر عمل انہی نظریات کا عکس ہوتا ہے اور یہی نظریات اس کے اعمال کے محرک بھی ہوتے ہیں۔ اسلامی عقیدے کے مفہوم میں ارکان ایمان کے ساتھ ساتھ دین کے تمام بنیادی اصول بھی شامل ہیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ارکان ایمان سے مراد اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، آخرت اور تقدیر پر ایمان لانا ہے۔ ان سب باتوں کے ساتھ غائب کی ان تمام خبروں پر ایمان لانا ضروری ہے جن کا تذکرہ نصوص میں ہوا ہے۔ دین کے بنیادی اصول و نظریات اور اخبار و امور غیب پر کما حقہ و ایمان و یقین حاصل ہو جائے اور اس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش نہ رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہے؟ یہ تین چیزیں پوچھیں، رسول اللہ ﷺ نے تینوں کا جواب دیا۔ پھر اس کے بعد وہ شخص اٹھا اور روانہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس کو نہیں پہچانتے ہیں۔ چنانچہ اشارہ کیا دیکھو تو یہ کون شخص ہے؟ بعض صحابہ کرامؓ پیچھے دوڑے اور اگر ایک منٹ کے بعد کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ! معلوم نہیں کہ آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی، کچھ پتا نہیں کہاں گیا؟ کون ہے؟ دو روایتیں ملتی ہیں، اس کے آخری حصہ کے سلسلے میں۔ ایک روایت میں ابن حنبل نے لکھا ہے کہ اسی وقت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دوسری روایت میں ہے کہ چند دن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھا فرشتہ تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آیا تھا۔ یہ ہے وہ حدیث جس کی میں کچھ شرح آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں۔[1]

---

[1] اسی طرح صحیح بخاری کتاب الایمان، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِيمَانِ وَالإِسْلاَمِ وَالإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ: (جَاءَ جِبْرِيلُ- عَلَيْهِ السَّلاَمُ- يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ). فَجَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ دِينًا، وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الإِيمَانِ، وَقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ}. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ مَا الإِيمَانُ قَالَ " الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ ". قَالَ مَا الإِسْلاَمُ قَالَ " الإِسْلاَمُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ ". قَالَ مَا الإِحْسَانُ قَالَ " أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ". قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ " مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ، فِي خَمْسٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلاَّ اللَّهُ ". ثُمَّ تَلاَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم (إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ) الآيَةَ. ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ " رُدُّوهُ ". فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا. فَقَالَ " هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ جَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الإِيمَانِ. رقم الحديث:50

اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام ایک ہی چیز کی دو تعبیریں ہیں۔ اسلام، ایمان اور دین ہم معنی ہیں اور اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔

قال: حدثنی ابی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ قال: بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم، اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب، شدید سواد الشعر، لا یری علیہ اثر السفر، ولا یعرفہ منا احد-مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، رقم الحدیث:93۔اس کے علاوہ کتاب الایمان لابن منذہ، 144/1

رسول اکرم ﷺ نے تین روز کے بعد بتایا کہ یہ جبریل تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا سوال تھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟

تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ جل جلالہ کو ایک ماننا اس کے بعد فرشتوں کے وجود کو ماننا اگر چہ ہم انہیں دیکھتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالی کی بھیجی ہوئی کتابوں کو ماننا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبیوں، پیغمبروں علیہم السلام کو ماننا۔ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی جو ہونے والی ہے اس پر ایمان لانا اور اس بات کو ماننا کہ ہر بھلائی برائی سب خدا ہی کی مقدر کردہ ہوتی ہے۔ چیز معمولی ہے، آپ اس سے واقف ہیں، لیکن ذرا اس پر غور کیجیے کہ کم از کم میرے لئے اس میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جن پر مجھے فخر ہوتا ہے کہ ہمارے دل میں اس چیز کا یقین ہے۔ اللہ اور رسول کے سلسلہ میں تو میں زیادہ آپ سے بیان کرنا نہیں چاہتا۔ پھر بھی یہ امر قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے ہم دیکھ نہیں سکتے ہیں، لیکن جس کا ماننا ہمارے لئے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ایک واجب الوجود ذات ہے۔ اس کے وجود کو مانے بغیر کسی گتھی کو ہم حل نہیں کر سکتے۔ اس کا تصور اسلام میں جتنے لطیف اور مفید انداز میں کیا گیا ہے، کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر دنیا کا ایک بہت بڑا مذہب ہے عیسائیت، عیسائی بھی اللہ کو ایک مانتے ہیں۔ لیکن اس طرح مانتے ہیں کہ خود عیسائیوں کو بھی نہیں معلوم کہ اس کی کیا حقیقت ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ خدا ایک تثلیث کا مجموعہ ہے، باپ اور بیٹا اور روح القدس، اور یہ تینوں مل کر ایک بنتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب تصور ہے جسکو میرا ذاتی تجربہ ہے کہ یورپ میں خود عیسائی بھی نہیں سمجھتے۔ میری تعلیم جرمنی اور فرانس میں ہوئی۔ اور میرے ہم جماعت طلباء نے بھی میرے سامنے اعتراف کیا کہ ہم اسے مانتے ہیں، لیکن ہم اس کی کوئی تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا۔[1]

ترمذی کی روایت اس طرح ہے: قال عمر: فلقینی النبی ﷺ بعد ذلک بثلاث، فقال: یا عمر هل تدری من السائل؟ ذاک جبریل اتاکم یعلمکم معالم دینکم۔ جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجافی و صف جبرئیل، رقم الحدیث:2610۔

[1] عقیدہ تثلیث کے مطالعہ کے لیے علامہ ابن تیمیہ کی کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح؛ پروفیسر ساجد میر کی کتاب عیسائیت۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی اظہار الحق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا الہ الا اللہ نفی کامل اور صرف واحد استثناء

اس کے بر خلاف اسلام اس کی جو تفصیل بیان دیتا ہے وہ اتنی ہے کہ غیر مسلم بھی، عیسائی بھی، یہودی بھی اور دیگر اقوام کے لوگ بھی کہتے ہیں کہ اس سے بہتر خدا کے وجود کی خدا کے وحدانیت کی کوئی اور تعبیر ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں بجز خدا کی ذات کے۔ لا الہ الا اللہ نفی کامل اور صرف واحد استثناء۔ اس سے زیادہ پر زور طور سے اس حقیقت کو بیان کرنے کا کوئی امکان نہیں۔ یہ ذرا سا غیر ضروری اور غیر متعلقہ چیز ہے، میں اس پر زور نہیں دیتا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے ادراک سے ماور ایہ ہے تو اس کا وجود ہے۔ اور بندوں کی حیثیت سے ہم پر واجب ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کریں۔

کیسے ہم معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی ہے، وہ ہمیں نظر نہیں آتا؟

تو ایک منطقی سوال پیدا ہو گا کہ کیسے ہم معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی ہے، وہ ہمیں نظر نہیں آتا؟ اس کا حل اگر خود خدا نہ کرتا تو ہمارے پاس کوئی طریقہ اس کا اور کوئی حل نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا حل پیدا کیا کہ ایک اور مخلوق پیدا کی فرشتوں کی، جو خدا کے احکام کو حاصل کرنے کی صلاحیت انسانوں سے زیادہ رکھتے ہیں اور ان میں یہ بھی صلاحیت ہے کہ یہ انسانوں سے قربت پیدا کریں، اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو انسان تک پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ بنیں۔ چنانچہ اسی لئے کہا گیا ہے " آمنت باللہ و ملائکتہ " اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اللہ کے فرشتوں پر بھی میں ایمان لاتا ہوں۔

یہ وسعت قلبی ہمیں کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی

اس کے بعد کی چیزیں میرے لیے بہت زیادہ ولولہ انگیز ہیں، اس کے الفاظ ہیں " وکتبہ ورسلہ "میں اللہ کی کتابوں پر بھی ایمان لاتا ہوں اور اللہ جل جلالہ کے رسولوں پر بھی ایمان لاتا ہوں۔ ذرا غور فرمائیے اگر "میں اللہ کی کتاب پر بھی ایمان لاتا ہوں "کا لفظ ہوتا، تو صرف قرآن مجید ہوتا، مگر یہاں پر لفظ ہے " کتبہ "اللہ تعالیٰ کی ساری کتابوں پر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قرآن مجید تک جتنی کتابیں نازل ہوئیں، وہ سب میری کتابیں ہیں، وہ سب میرے لئے واجب التعظیم ہیں۔ اس وسعت قلبی کا مظاہرہ دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملے گا۔ ہر مذہب کہتا ہے کہ میرا مذہب ہی آخری لفظ ہے۔ حقیقت اور حقانیت کے متعلق ہے۔ لیکن اسلام کی وسعت قلبی ہے کہ کہتا ہے کہ نہیں! خدا نے ایک لاکھ چوبیں ہزار پیغمبر بھیجے اور سب کے سب بر حق تھے۔ سب کے سب اللہ پاک کا پیغام لاتے تھے اور وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ کے لئے ہیں۔ اس معنی میں کہ خدا کا حکم جب تک خود خدا منسوخ نہ کرے، واجب العمل رہتا ہے۔ چنانچہ اگر فرض کیجئے اگر آج آدم علیہ السلام کی کتاب دنیا میں محفوظ ہوتی اور اس کے چند اجزاء کو قرآن میں منسوخ نہ کیا ہوتا تو آدم علیہ السلام کی کتاب آج بھی ہمارے لیے واجب التعمیل ہوتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے کوئی میں پچیس پیغمبروں کے نام لے کر ''أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ''[1] یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ ہی نے ہدایت دی تھی، اسے محمد ﷺ تو ان کی رہنمائی کی پیروی کر ان کی ہدایت کی پیروی کر۔ یہ وسعت قلبی سارے پیغمبروں کو ماننے یھودیوں کے پیغمبروں کو بھی، عیسائیوں کے پیغمبروں کو بھی، ہندوں کے پیغمبروں کو بھی، اگر ہوئے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ وسعت قلبی ہمیں کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی، اور یقیناً آپ سب بھی متفق ہونگے کہ مسلمانوں کے لیے قابل فخر چیز ہے۔ یہی حال اس کے بعد کے جزو "رسلہ" پر ہے۔ اگر صرف رسولہ ہوتا، میں ایمان لاتا ہوں اللہ کے رسول پر" تو اس سے مراد صرف ایک شخص ہوتے، حضرت محمد رسول اکرم ﷺ ہاں الفاظ ہیں رسلہ سارے پیغمبر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جو آئے تھے وہ سب میرے ہی نبی ہیں، میرے لیے ان کی عزت ان پر ایمان لانا واجب ہے وہ ایک ہی چیز ہے، تقریباً کتبہ ورسلہ۔

شوق دلانے والی چیز بھی اسلامی قانون میں موجود ہے:

اسی طرح "یوم آخر" کا ذکر جو کہ اس آمنت میں آیا ہے، وہ بھی بڑی اہم چیز ہے نفسیاتی نکتہ نظر ہے اور قانونی نقطہ نظر سے۔ اگر صرف حکم دیا جائے اور اس کی تعمیل کے لیے کوئی سینکشن کوئی تہدید نہ پیدا کی جائے تو انسان جیسی سر پھری مخلوق شاید اس کی تعمیل نہ کرے۔ اس لئے یہ کہا گیا ہے کہ مرنے کے بعد تم سے تمہارا حساب کتاب لیا جائے گا۔ وہاں دو نقطے دلچسپ ہیں، اگر تم نے برائیاں کی ہیں، تو تمہیں سزا دی جائے گی، عین معقول بات ہے، اور اگر عام حالتوں میں جزا ملے گی کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ میرا مالک ہے، ماہے مالک مجھے جو حکم دے اسی کی تعمیل مجھے کرنی چاہیے، اور میں کسی Thank you یا شکریہ کا مکلف نہیں ہوں، کیونکہ میں اس کا بندہ

[1] الانعام:90

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ لیکن ہمارے پروردگار نے کہا کہ تم کو اگر اچھا کام کرو تو ایک معاوضہ بھی دیا جائے گا اور وہ معاوضہ کیا ہو گا؟ یہ ایک چیز ہے۔ لیکن یہ شوق دلانے والی چیز بھی اسلامی قانون میں موجود ہے اور تہدید (دھمکی) بھی کہ اگر برے کام کروگے، تو تمہیں اس کی سزا ملے گی۔

ایک دن اللہ تعالی نے ایک امانت مخلوقات کے سامنے پیش کی!

ایک اور اہم چیز ہے تقدیر ہے، جو آمنت میں بیان کی گئی ہے کہ یہ بھلائی اور برائی سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے ، ذرہ پیچیدہ مسئلہ ہے، میں کوشش کروں گا کہ کسی قدر قابل فہم انداز میں، میرے اپنے حقیقی آراء کے سلسلہ میں آپ سے بیان کروں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ذکر ہے کہ کائنات کی تخلیق سے بھی پہلے ایک دن اللہ تعالی نے ایک امانت مخلوقات کے سامنے پیش کی۔ کائنات کے سامنے زمین آسمان، پہاڑ درخت جانور، سبھوں کے سامنے۔ اور کہا اسے قبول کرنے کے لئے کون تیار ہے؟ ظاہر ہے کہ ہر شخص نے خواہش کی ہوگی، ہر مخلوق نے چاہا ہو گا کہ یہ عزت اسے عطا ہو۔ بہت سے لوگ تھے اور چیز ایک ہی شخص کو دی جاتی تھی، تو غالباً انہوں نے پوچھا ہو گا کہ کیا شرطیں ہیں؟ اے پروردگار !شرائط سن کر سارے ہی امانت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کے الفاظ ہیں "انسان جو ظالم و جاہل تھا اسی نے اسے قبول کرنا چاہا" اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا"[1]۔ وہ امانت کیا ہے؟ ابھی میں نے آپ سے ذکر کیا تقدیر خدا کرے اور ذمہ داری انسان پر۔ بظاہر ایک ظالمانہ چیز معلوم ہوتی ہے، مگر انسان حقیقت میں اتنا جاہل اور بے وقوف نہیں تھا جیسا کہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اس نے یقیناً سوچا ہو گا کہ خدا ظلم نہیں کر سکتا، ڈرایا ضرور ہے، اور دھمکایا ضرور ہے لیکن وہ ظالم نہیں ہے۔ اور یقیناً وہ مجھے اس چیز کی سزا نہیں دے گا، جس کا میں مستحق نہیں ہوں، لہذا قبول کر لیا۔ چنانچہ یہ ہے "خلافہ اللہ" جو انسان کو عطا کی گئی تھی۔ اور چونکہ ہم پہلے ہی قبول کر چکے ہیں، تقدیر خدا پر ہے اور ہم اس کے ذمہ دار سمجھے جائیں بطور خلیفۃ اللہ کے۔ ان حالات میں اگر ہم اپنے آپ کو مخاطب کر کے پوچھیں کہ گناہ میں کرتا ہوں جو پہلے سے مقدر ہو چکا ہے، تو پھر مجھے سزا کیوں دی جاتی ہے؟ ہم خود قبول کر چکے ہیں کیسے مکر سکتے ہیں۔ یہ پہلا جزء ہے۔

---

[1] اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ (الاحزاب:72)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا سوال اسلام کیا چیز ہے؟

دوسرا جزء جو اس حدیث میں آیا ہے، وہ اسلام کے متعلق ہے، جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ علم پانچ چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں، پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور میرے پیغمبر ہونے کی شہادت دی جائے۔ دوسری چیز نماز، تیسری چیز روزہ چوتھی چیز حج اور آخری چیز زکواۃ۔ دوسرے الفاظ میں شہادت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ایک چھت ہے، جو چار ستونوں پر کھڑی ہے ایک ستون نماز ہے، دوسرا استون روزہ ہے، تیسرا استون حج ہے، چوتھا ستون زکواۃ ہے بہت اچھی تشبیہ دی گئی ہے۔

ہماری نماز بڑی مشکل ہے ضرور لیکن کیا اس میں فائدہ ہے؟

ذرہ اس پر ہم غور کریں، نماز اور قوموں میں بھی ہے، اور مذہبوں میں بھی پائی جاتی ہے اور اسلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن اسلام میں ذرہ مشکل ہے، روزانہ پانچ وقتوں کی نمازیں پڑھنا اتنا آسان نہیں، جتنا عیسائیوں کی نماز ہے۔ ہفتے میں ایک دن گرجا جائیں اب تو گرجا جانے کی بھی ضرورت نہیں رہی، گھر میں ریڈیو کو کھول لیں اور گرجا کے اندر جو نشر ہوتا ہے، اس کی آواز سن لیں فرض کفایہ ہے۔ اس کے مقابلے میں ہماری نماز بڑی مشکل ہے ضرور لیکن کیا اس میں فائدہ ہے؟ دیکھنا یہ چاہیے۔ اس میں ذرا غور کیجئے، میں بڑا متاثر ہوتا ہوں، جب اس چیز پر غور کرتا ہوں، ایک دن میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ رہا تھا تلاوت کے سلسلہ میں جو یہ ہے "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں چاند اور سورج اور ستارے اور پہاڑ اور درندے اور درخت اور بہت سے انسان"[1] میں حیرت زدہ ہو گیا کہ بھلا درخت اور پہاڑ اور ستارے وغیرہ جن کا ذکر آیا وہ سجدہ کیسے کرسکتے ہیں؟ سجدہ سے ہم واقف ہیں کہ سر زمین پر رکھیں۔ غور کرتا رہا بالآخر ایک جواب ذہن میں آیا جس سے کم از کم میری تشفی ہو گئی، وہی میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ نماز ہے عبادت، عبادت کے معنی ہیں عبد کا اور غلام کا فریضہ غلام کا فریضہ کیا ہے؟ جو آقا حکم دے۔ اگر آقا حکم دے کہ یہاں خاموش کھڑے رہو، انتظار کرو وہ اس کی عبادت ہے۔ آقا حکم دے کہ یہ خط لے جاؤ اور

[1] اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ۔ (الحج:18)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوسٹ بکس میں ڈالو وہ جاتا ہے تو یہ اس کی عبادت ہے یعنی جس کو آقا جو حکم دے اس کی تعمیل میں، اس کی عبادت ہے۔ اس توجیہ کے اس پس منظر کی روشنی میں غور فرمایئے! اگر اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو حکم دیتا ہے کہ چپ کھڑے رہو اور وہ حرکت نہیں کرتا یہ ہے اس کی عبادت۔ کسی مخلوق کو خدا حکم دیتا ہے کہ جھکے ہوئے رہو یہ اس کی عبادت ہے۔ کسی کو اور حکم دے۔ اور جس کو جو حکم دے وہ تعمیل کرے وہ اس کی عبادت ہے۔ جیسے ہی یہ خیال میرے ذہن میں آیا، ایک انکشاف ہوا میں نے دیکھا کہ کائنات تین چیزوں پر مشتمل ہے جمادات نباتات حیوانات۔

کائنات تین چیزوں پر مشتمل ہے: جمادات، نباتات، حیوانات

جمادات کیا کرتے ہیں؟ وہ حرکت نہیں کر سکتے چپ کھڑے رہتے ہیں اور ان کی ایک مثال پہاڑ ہیں، پہاڑ کا یہ فریضہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر لیا کہ چپ کھڑے رہیں۔ اگر پہاڑ اس کی تعمیل نہ کرے تو نافرمانی ہو گی اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا۔ پہاڑ کا کام ہی یہ ہے کہ وہ چپ کھڑے رہیں، یہ عصر یعنی جمادات کی عبادت اسلامی عبادت کے اندر میں شامل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ''قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ"[1] نماز کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے چپ چاپ کھڑے رہو۔ چنانچہ نماز کا جو پہلا جز ہم انجام دیتے ہیں، وہ کھڑے رہنا یہ جمادات کے طریقہ عبادت کا ہماری نماز میں سمو دیا جاتا ہے۔

دوسری مخلوق یہ ہے حیوانات

دوسری مخلوق: یہ ہیں حیوانات اگر آپ نے غور نہیں کیا تو اب غور کیجیے! سارے حیوانات چاہے وہ چوپائے ہوں، یا پرندے ہوں، یا رینگنے والے ہوں، سب کے سب دائماً رکوع کی حالت میں ہیں۔ سر جھکائے ہوئے رہتے ہیں، چوبیس گھنٹے، عبادت میں لگے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی نماز کے سلسلہ میں بھی ان کو یہی حکم دیا ہے کہ

---

[1] سورہ البقرہ:238(حٰفِظُوْا عَلَي الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ)۔"سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمان بردار ہو کر کھڑے رہو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ"[1] اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو۔

تیسری قسم ہے، کائنات میں نباتات

پودوں کے لیے نباتات کو جو تیسری قسم ہے، کائنات میں ان کی جڑیں، ان کا ملنا ہے۔ یعنی جڑوں سے وہ اپنی غذا حاصل کرتے ہیں ان کے منہ کہاں رہتے ہیں؟ سدا زمین پر سجدہ کیے ہوئے کی حالت میں۔ گویا درخت ہمیشہ سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں جو میں گھنٹہ۔ یہ بھی ہماری عبادت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے شامل کیا ہے، حکم دیا ہے کہ اللہ کے سامنے سجدہ کرو۔ دوسرے الفاظ میں ساری کائنات کی عبادتیں ایک مجموعی صورت میں اسلامی عبادت کے اندر شامل ہیں۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو بھی ہمارے لئے فخر کا باعث ہوتا کہ ساری کائنات کے طریقہ، عبادت کو نماز کے اندر شامل کیا گیا۔ لیکن ذرا خلش رہتی پھر بھی کہ اس میں خالص انسانی عنصر تو کوئی نہیں ہے، جمادات نباتات اور حیوانات کی چیزیں تو ہیں، لیکن خصوصی امتیازی چیز نوع بشری کی اس میں نہیں پائی جاتی کوئی بھی نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں دنیا کے جتنے بڑے مذہب پائے جاتے ہیں ان کی اصل الہامی رہی ہے۔ ان کے طریقہ عبادت کو بھی اسلامی عبادت میں شامل کر دیا گیا ہے جو جمادات، نباتات "حیوانات کی نہیں انسانوں کی عبادت کا طریقہ ہے۔

مجوس[2]، وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ آگ کی پوجا کرتے ہیں

اگر آپ اجازت دیں تو میں کہونگا کہ پارسیوں کے مذہب کو لیجئے۔ اگرچہ قرآن مجید میں پارسی مذہب

---

[1] سورہ البقرہ:42(وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ)۔"اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"

[2] مجوس مجوسی کی جمع ہے، مجوس سے مراد آتش پرست ہیں جو دو خالق مانتے ہیں، ایک خالق خیر (یزدان) اور ایک خالق شر (اہرمن) یہ لوگ اپنے آپ کو زرتشت کا پیرو کہتے ہیں اور کسی نبی کا نام بھی لیتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ لوگ بعد میں گمراہ ہوئے یا شروع ہی سے غلط تھے۔ مزدک نے ان کے مذہب اور اخلاق کو بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا، حتیٰ کہ حقیقی بہن سے نکاح بھی ان کے ہاں جائز قرار دیا گیا۔ (تفسیر القرآن الکریم حافظ عبد السلام بھٹوی، الحج، 17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نبی کا نام نہیں آیا ہے، لیکن ان کے مذہب کا نام آیا ہے مجوس۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ بظاہر ایک بے معنی سی بات ہے کہ آگ کی پوجا کریں جو ہماری اپنی مخلوق ہے، اسے اپنا خالق بنائیں، ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ذرا غور کیجئے کسی کی تعریف دو طرح کی ہوتی ہے۔ آپ مثلاً پینٹر ہیں، میں کہوں کہ واہ! کتنے آپ ماہر پینٹر ہیں، آپ خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک طریقہ ہوتا ہے میں آپ کو نہیں جانتا، آپ سے مخاطب بھی نہیں ہوتا، لیکن آپ کی بنائی ہوئی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہوں واہ! کیا تصویر ہے، تو پینٹر صاحب اس سے بھی خوش ہو جائیں گے، سمجھیں گے کہ میری تعریف ہو رہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہمارا فریضہ ہے، اسے ہم براہ راست بھی کر سکتے ہیں، بالواسطہ بھی کر سکتے ہیں۔ پارسیوں کے مذہب میں یہ سوچا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں وہ چیز جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت کا مظاہرہ کرتی ہو، وہ آگ ہے۔ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا اور جو اس کے پاس جاتا ہے جل کر بھسم ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آگ کا پیدا کرنے والا ہی ہمارا خالق ہے اور بعد میں بگڑ کر یہ ابتدائی تصوّر ختم ہو گیا۔ اور لوگ آگ کی پوجا کرنے لگے، دوسرے الفاظ میں، اگر یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے عبادت میں۔

یہ چیز ہندوؤں [1] کے یہاں گائے کی صورت میں ہے

یہ چیز فارسیوں کے یہاں آگ کی صورت میں ہے، ہندوؤں کے یہاں گائے کی صورت میں ہے اور مذہبوں میں اور طریقہ سے آئی ہے۔ یہ ہماری سورۃ فاتحہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا ایک بہترین طریقہ ہے، وہ اس کی تعریف کرتا ہے۔ ہندوؤں کی گائے پرستی پر شاید آپ کو تعجب ہو، میں سمجھتا ہوں اس کی تعریف بھی یہی کی جاسکتی ہے۔ ہندوؤں نے آج سے ہزارہا سال پہلے دیکھا ان کے آسپاس جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس میں جو

---

[1] مزید مطالعہ کیلئے: رانا محمد شفیق خان پسروری، مضامین شفیق پسروری۔ مولانا عبد اللہ شارق؛ کتاب الہند از البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد، مترجم سید اصغر علی، الفیصل غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص ۱۴۲، جولائی، ۲۰۱۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے زیادہ مفید چیز انسان کے لئے ہے وہ گائے ہے، اس کا دودھ ہم پیتے ہیں، اس کا گوشت ہم کھا سکتے ہیں، اس کے چمڑے سے ہم جوتے بنا سکتے ہیں، وہ سراپا انسان کے لیے مفید چیز ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کا ہم وعدہ لے کر بیٹھے ہیں، اس نعمت کا ہمیں دینے والا جو ہے وہ ہمارا خالق ہے۔

یہودی کس طرح نماز[1] پڑھتے ہیں:

[1] یہود کی نماز یا تِفیلہ (عبرانی: תְּפִלָּה) جس کی جمع تِفیلیم یا تِفیلوت (عبرانی: תְּפִלּוֹת) ہے۔ یہودیوں کی روزانہ کی عبادت یا نماز کو کہا جاتا ہے۔ جس کی توضیحات و تفصیلی تشریحات اور احکام میشنا یا ابواب کتب مذہبی دین یہود میں پائے جاتے ہیں۔ اسرائیلی دفاعی فوج کا نوجوان تفیلین بدست حالت نماز میں۔ تین نمازیں یہودیوں کے روزانہ کے دینی و مذہبی اعمال کا جزو ہیں۔ یعنی یہودی دن میں تین نمازیں ادا کرتے ہیں۔ جبکہ روز سبت (ہفتے کا دن) اور دیگر تمام ایام مقدسہ سال (عیدین و جشن وغیرہ) پر یہودیوں کے فرقہ راسخ العقیدہ اور رجعت پسند یہودی ایک اضافی نماز ادا کرتے ہیں جسے 'موساف' کہا جاتا ہے۔ ایک پانچویں نماز بھی ہے جسے نئیلا کہا جاتا ہے لیکن وہ صرف اوائل خزاں ماہ تیشری کے دسویں دن یعنی یوم الغفران (یوم کپور) کو ہی ادا کی جاتی ہے۔ یہودیت کی نماز بھی تنہا اور جماعت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ جس طرح مذہب اسلام میں نماز با جماعت کی فضیلت ہے بعینہ دین یہودیت بھی باجماعت نماز کو افضل تر قرار دیتا ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ بغیر جماعت کے نماز ادا نہیں ہوتی۔ یہودیت میں اکثر اعمال کی قرأت بآواز ایک خاص لے میں کی جاتی ہے جسے 'نیگون' کہا جاتا ہے۔ ہر کنیسہ میں ایک قدرے کم بلند چبوترا موجود ہوتا ہے جس پر کھڑے ہو کر یہ مناجات پڑھی جاتی ہیں۔ موجودہ مشرقی یہودی جن کی زبان یدیش ہے، داون Daven کہتے ہیں جس کے معنی بھی نماز پڑھنے کے ہی ہیں۔ راسخ العقیدہ اشکنازی یہودیوں میں یہی لفظ زیادہ مستعمل ہے۔ تعداد اور اوقات: تالمود دوالف رسالہ تعنیت سے شاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے " خدا کی عبادت اپنے دل و جان سے کرو"۔ موسیٰ بن میمون لکھتا ہے: جو عبادت حضور قلب سے کی جائے یہی نماز ہے۔ تو نماز کو بوداشبالو بھی کہا گیا یعنی صدق دل سی ہی عبادت۔ موسیٰ بن میمون نے نماز کو تورات کی عبادات کا خراج عقیدت قرار دیا ہے۔ لیکن اوقات و تعداد کا ذکر نہیں کیا۔ خواتین کے لیے فرض نمازوں میں سے ترجیحا نماز صبح واجب اولی ہے اور اسے ادا کرنا لازم ہے جبکہ باقی اختیاری ہیں۔ جبکہ باقی نمازوں کی ادائیگی یا ان میں شرکت سے خواتین کو استثنیٰ حاصل ہے اور قابل معافی گردانا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مذہب لیجئے یہودیوں کا! یہودیوں کے مذہب میں غالباً آپ کو کبھی موقع نہیں ملا ہو گا کہ ان کے عبادت گاہ میں جائیں اور دیکھیں کہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں۔ میں مختصر عرض کرتا ہوں۔ ان کے یہاں رکوع سجود وغیرہ کچھ بھی نہیں، ان کا امام عبادت گاہ کے اندر آتا ہے، اس کے ہاتھ میں توریت کا ایک نسخہ ہوتا ہے، سب لوگ مرد عورت ادب کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں، اور وہ اس کی تلاوت شروع کرتا ہے، ایک گھنٹہ دو گھنٹہ طویل عرصہ تک توریت کے اجزاء کی وہ تلاوت کرتا ہے۔ اس سے جب فارغ ہوتا ہے، نماز بھی ختم ہو

تالمود میں (ماسخت براخوت 26ب) تین نمازوں کی فرضیت کے بارے میں دو استدلال بیان ہوئے ہیں: ہر نماز قدیم ہیکل سلیمانی میں ایک قربانی کے برابر ہے۔ اور مثل غسل بپتسمہ ہیں کہ ایک وقت صبح اور ایک عصر کے وقت اور اسی طرح نماز شب کہ مثل غسل بپتسمہ جو دن بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ اور یہ نمازیں تمھارے بادشاہ باپوں کی یادگاریں ہیں۔ تورات کے مطابق ابراہیم صبح کی نماز پڑھتے تھے، اسحق عصر کی نماز پڑھتے تھے اور یعقوب رات کی نماز پڑھتے تھے۔ اس نکتہ نظر پر تکیہ کرنے کے علاوہ بھی نمازوں کی ادائیگی اور ان کے اوقات اور نماز موساف اس سے پہلے کے نوشتہ جات میں بھی موجود اور تشریح شدہ ہیں۔ داؤد اور دانیال بھی دن میں تین مرتبہ نماز پڑھتے تھے۔ مزامیر داؤد میں لکھا ہے: "صبح اور عصر اور رات کو عبادت کرتا ہوں اور التجا کرتا ہوں بی شک وہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔" کتاب دانیال میں ہے: "اس کے حجرے کی کھڑکی یروشلیم کی جانب کھلی رہتی تھی اور وہ دن میں تین مرتبہ عبادت کے لیے خدا کے حضور جھکتا تھا اور وہ شکر گزار تھا پس خدا نے ہمیشہ اسے سرفراز کیا۔" راسخ العقیدہ یہودیوں کے مطابق فقہ ہلاخاہ یہود کا تقاضا ہے کہ ہر یہودی دن میں تین بار نماز ادا کرے اور سبات (سبت کی جمع یعنی ہفتہ) اور ایام مقدسہ میں چار بار اور یوم الغفران (یوم کپور) کو پانچ بار نماز ادا کرے۔

راسخ العقیدہ یہودیوں میں خواتین پر ایک نماز لازم ہے لیکن تعین وقت میں رعایت ہے۔ رجعت پسند یہودی بھی نمازوں کی مقررہ تعداد کو واجب العین سمجھتے ہیں۔ سال دو ہزار میں یہ قرار دیا گیا کہ ماسوائے روایتی مستثنیٰ لوگوں اور گروہوں کے خواتین بھی تعداد اور اوقات میں مردوں کے برابر نمازیں ادا کیا کریں گی۔ اصلاح پسند یہودیت میں ہلاخاہ فرض نہیں گردانا جاتا اور نمازوں کے اوقات کو اختیاری قرار دیا جاتا ہے۔ (استثنا 11: 13؛ میمون، مشناہ تورہ 1:1؛ دانیال 6: 11؛ آلوسي، روح المعانی، 249/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے، لوگ چلے جاتے ہیں۔ بظاہر معمولی چیز نظر آتی ہے لیکن غور کیجئے! وہ بھی بڑی معنی خیز چیز ہے۔ وہ یہ کہ جو یہودی توریت کو کلام اللہ کہتے ہیں یعنی اللہ کا کلام اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ اللہ ہمیں نظر نہیں آتا، لیکن وہ ہے ضرور۔ اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ غیر محدود ہے بلکہ یہ کہ ہم اندھے ہیں، اور اللہ تعالیٰ موجود ہے کسی اندھے کو جو اپنے محبوب کی طرف جانا چاہتا ہے، اسے محبت رکھتا ہے، محبوب کے پاس جانے کا راستہ کیسے بنایا جائے؟ وہ ہے اندھا یہ صرف کلام کے ذریعے سے ہو سکتا ہے۔ ایک اندھے کو دور سے کہا جائے گا آگے بڑھو، سیدھے طرف مڑو بائیں طرف مڑو، ٹھہر جاؤ فلاں چیز سے اجتناب کرو فلاں چیز پر عمل کرو۔ یہ ہے وہ طریقہ جس کے ذریعہ سے محبوب دور سے اپنے عاشق کو اپنی طرف بلانے کا راستہ بتا سکتا ہے یہ ہے کلام اللہ۔ کلام اللہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ہم کو وہ راستہ بتاتا ہے، جس کے ذریعہ ہم اللہ تک جاسکتے ہیں۔ اسلامی عبادت میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ہم کلام اللہ ہی پڑھتے ہیں، قرآن مجید کی سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ گویا یہود کی طرح عیسائی عبادت کا بھی اسلامی عبادت کے طریقہ ءعبادت کے اندر ایک عنصر لے لیا گیا ہے۔ عیسائیوں کی عبادت، معلوم نہیں آپ لوگوں میں سے کبھی گرجا جا کر اس کو دیکھنے کا موقع پایا ہے یا نہیں؟

عیسائی عبادت[1] کا بھی، اسلامی عبادت کے طریقہ عبادت کے اندر ایک عنصر

---

[1] دعا (عبرانی: תְּפִלָּה تلفظ: تفیلہ، یونانی: proceuchomai، یعنی ایک طرح کی مسیحی نماز) مسیحیت کا ابتدا سے اہم جز رہی ہے اور یہودیت و اسلام کی طرح اسے انفرادی و اجتماعی دونوں طریقے پر انجام دیا جاسکتا ہے۔ مسیحیت میں دعا باپ یعنی خدا اور تثلیث کے اقانیم یعنی بیٹا اور روح القدس سے رابطہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ دعا اجتماعی طور پر بھی انجام دی جاسکتی ہے جس کی معروف مثال عشائے ربانی ہے اور انفرادی بھی۔ عشائے ربانی اس طریقے پر انجام دیا جاتا ہے جو متی کی انجیل میں یسوع مسیح سے مروی ہے اور جس طرح انھوں نے اپنے پیروکاروں کو سکھایا تھا۔ مسیحیوں کے نزدیک دعا کے معنی "خدا سے بات چیت / گفتگو" کرنے کے ہیں۔ دعا باپ یعنی خدا سے بیٹا یعنی یسوع مسیح کے نام میں اور روح القدس کی رہنمائی میں ادا کی جاتی ہے۔ دعا 24

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختصراً میں عرض کرتا ہوں، خاص کر رومن کے من کیتھلک لوگوں کے یہاں ایک تو وہ اسی چیز پر عمل کرتے ہیں جو یہودی کتاب اللہ کلام اللہ کو پڑھتے ہیں۔ بجائے توریت کے وہ انجیل کو پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی الہام کردہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، لیکن اس پر ایک مزید چیز کا اضافہ کرتے ہیں، جس کا وہ نام لیتے ہیں "کمیونین" اس انگریزی لفظ کے معنی ہیں: کسی چیز کا ایک دوسری چیز کے ساتھ مل کر ایک ہو جانا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات میں ضم ہو جائے اللہ کے ساتھ مل کر اللہ ہی ہو جائے۔ سینگ پاؤل کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی الاہیت میں حصہ لینا یہ ہے مقصود۔ اسے کس طرح کرتے ہیں روٹی کے کچھ ٹکڑے کما کر اور شراب کے چند گھونٹ پی کر۔ آپ حیران ہونگے کہ اس کو عبادت سے کیا تعلق ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے اندر جو ضم ہونے کا جو مقولہ ہے، وہ کیسے انجام پاتا ہے۔ یہ سیدھی سادھی بات ہے، یہ چیز مبنی ہے حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی کے ایک آخری واقعہ پر جو دنیا میں پیش آیا۔ انہیں صبح کو سولی پر چڑھایا جانے والا تھا، صلیب پر چڑھایا جانے والا تھا، رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں، بے حد متاثر ہیں، اور لکھاہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر بڑھاتے ہیں اپنے ہمراہی گویا مہمانوں کو دیکر کہتے ہیں کھاؤ یہ میرا جسم ہے، پھر ایک گلاس اٹھا کر ان کی طرف بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیو! یہ میرا خون ہے۔ انجیل کی بیان کردہ چیز ہے

گھنٹوں میں وقت بھی انفرادی اور اجتماعی طور سے کی جاسکتی ہے۔ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو جو دعائے ربانی سکھائی تھی وہ تمام کلیسیاؤں میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ تاہم کچھ دعائیں ایسی بھی ہیں جو محض چند کلیسیاؤں میں معتبر خیال کی جاتی ہیں مثلاً "سلام اے مریم"، یہ دعا محض کاتھولک کلیسیا میں معتبر ہے۔ نیز ہر کلیسیا کی اپنی مخصوص دعائیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ کلیسیاؤں کے درمیان میں دعاؤں کے اس اختلاف سے تقرب الٰہی کے ذرائع میں تنوع پیدا ہو گیا۔ (مرقس انجیل، باب ۱۲ آیت ۳۰؛ متی، انجیل، باب ۴، آیت ۱۰؛ Examining Religions: Christianity۔(Anne Geldart (1999

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور عیسائیوں کے لیے انتہائی اہمیت رکھنے والی روحانی چیز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم بھی عبادت کے بعد جس روٹی پر دعا پڑھی گئی ہے؟ اور جس شراب گلاس پر دعا پڑھی گئی ہے، اس روٹی کو کھائیں، اس شراب کو پئیں، تو ہم حضرت عیسی علیہ السلام کا جسم اور حضرت عیسی علیہ السلام کا خون یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اتصال پیدا کریں گے۔ یہ ہے ان کا تصور اور عبادت کا پس منظر۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ بن جانا تو ناممکن چیز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے تقرب پیدا کرنا یہ ہے عیسائی عبادت کا ایک مقصد۔ یہ چیز اسلام میں بھی پائی جاتی ہے اور وہ ہے ہمارے التحیات میں، جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے جسم اور خون کو ان کے آخری سفر سے لیا گیا ہے التحیات بھی مسلمانوں کے پیغمبروں کے معراج سے لیا گیا ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کو پیش ہونے کا موقع ملا۔

چھوٹے کا فریضہ ہے کہ بڑے کو سلام کرے

بڑا پھر اس کو جواب دیتا ہے!

تو جس طرح انسانی سماج میں معاشرے میں ہوتا ہے کہ چھوٹے کا فریضہ ہے کہ بڑے کو سلام کرے، بڑا پھر اس کو جواب دیتا ہے۔ چنانچہ جیسے ہی آپ ﷺ حظیرۃ القدس میں پہنچے آپ ﷺ نے کہا ''التحیات اللہ ''[1]

---

[1] کیا ''التحیات للہ والصلوات والطیبات..الخ'' کے کلمات معراج کے موقع پر دیئے گئے؟ ہم نے اس سلسلے میں حدیث رسول ﷺ کی مشہور ومعروف کتب کا باریک بینی سے جائزہ لیا، بہت تلاش کے باوجود ذخیرہ احادیث میں (صحت وضعف سے قطع نظر) ایسی کوئی روایت نہ مل سکی، جسکے مطابق ''التحیات..الخ'' کے کلمات معراج کے موقع پر دیئے گئے ہوں۔ پھر کتب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث سے ہٹ کر جب ہر فن کی کتب میں تلاش شروع کی تو ایک روایت اور چند حوالے ملے، جن کے مطابق "التحیات . . الخ" کے کلمات معراج کے موقع پر اس وقت عطاء کئے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ ذیل میں اس عنوان پر ہماری تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

پہلی سند: احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، ابو اسحاق (المتوفیٰ:427ھ) نے کہا:

روى الزهري عن ابی سلمة بن عبد الرحمن قال: سمعت جابر بن عبد الله يقول: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم.

امام محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب زہری (متوفی:124ھ) نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن (متوفی:94یا114ھ) سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (متوفی:71ھ) سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دوسری سند: وحدّثنا أبو القاسم الحسن بن محمد بن جعفر (النيسابورى) قال: أخبرنا أبو علي الحسين بن محمد بن هارون الفرمى قال:أخبرنا أحمد بن محمد بن نصر اللبّاد النيسابورى قال: حدّثنا يوسف بن بلال السعدي قال: حدّثنا محمد بن مروان السدّي عن محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس (رضي الله عنه)

ہمیں بیان کیا ابو القاسم الحسن بن محمد بن جعفر نے انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ابو علی الحسین بن محمد بن ہارون نے انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی احمد بن محمد بن نصر اللباد نے انہوں نے کہا: ہمیں بیان کیا یوسف بن بلال السعدی نے انہوں نے کہا کہ: ہمیں بیان کیا محمد بن مروان السدی نے اور السدی (محمد بن مروان السدی، المتوفیٰ:181یا191ھ) نے روایت کی، محمد بن السائب الکلبی (المتوفیٰ:146ھ) سے، انہوں نے روایت کی باذان ابو صالح، مولیٰ ام ہانی (المتوفیٰ:151ھ) سے، انہوں نے روایت کی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (المتوفیٰ:68ھ) سے، انہوں نے روایت کی نبی ﷺ سے:

تنبیہ: مذکورہ دونوں سندیں بیان کرنے کے بعد اور متن بیان کرنے سے پہلے ثعلبی نے ان سندوں سے مروی متن کے متعلق کہا:

ثعلبی کا تبصرہ: دخل كلام بعضهم في بعض قالوا: "ان (رُواۃ) میں سے کچھ کا کلام بعض دیگر (رُواۃ) کے کلام میں شامل ہو گیا ہے۔"

متن: لما رأيت العرش، اتضع عندي كل شيء، فقربني الله وأدناني إلى سند العرش، ووقعت على لساني قطرة من العرش فما ذاق الذائقون أحلى منها، فأنبأني الله نبأ الأولين والآخرين، وأطلق الله لساني بعد ما كلَّ من هيبة الرحمن، فقلت: التحيات لله والصلوات الطيبات، فقال الله: سلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته فقلت: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين.......الخ

جب میں نے عرش باری تعالیٰ دیکھا تو ہر شے میرے لئے حقیر ہو گئی، پس اللہ نے مجھے عرش کے پائے تک قریب کیا اور میری زبان پر عرش سے ایک قطرہ ٹپکا، کسی بھی چکھنے والے نے اس سے شیریں کبھی نہیں چکھا، پس اللہ نے مجھے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں دیں، اور اللہ نے میری زبان رواں کر دی جبکہ وہ رحمٰن کی ہیبت سے بوجھل ہو چکی تھی، پس میں نے کہا: (التحیات للہ والصلوات والطیبات) تمام زبانی تعریفات اور جسمانی عبادات اور مالی صدقات اللہ کے لئے ہی ہیں، تو اللہ نے کہا: (سلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) سلامتی ہو تجھ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں، تو میں نے کہا: السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین... الخ) سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حوالہ وتخریج وتاریخ:

اسے سب سے پہلے مفسر قرآن علامہ احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، ابو اسحاق (المتوفی:427ھ) نے اپنی تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" (6/55-56) میں ذکر کیا، اور اسے امام زہری (المتوفی:242ھ) اور السدی (المتوفی:181 یا 191ھ) کی جانب منسوب کیا، لیکن ان میں سے زہری تک اپنی سند بیان نہیں کی، نہ ہی کسی محدث کی کتاب کا حوالہ دیا، لہذا وہ منقطع ہے جبکہ السدی تک اپنی سند بیان کی ہے، لیکن وہ ضعفاء سے پر ہے۔

نیز علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد السہیلی (المتوفی:581ھ-) نے اپنی کتاب "الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام" (4/186) میں لکھا:

رُوِيَ أَيْضًا أَنَّهُ مَرّ وَهُوَ عَلَى الْبُرَاقِ بِمَلَائِكَةِ قِيَامٍ وَمَلَائِكَةٍ رُكُوعٍ وَمَلَائِكَةٍ سُجُودٍ وَمَلَائِكَةٍ جُلُوسٍ وَالْكُلّ يُصَلّونَ لِلّهِ فَجُمِعَتْ لَهُ هَذِهِ الْأَحْوَالُ فِي صَلَاتِهِ وَحِينَ مَثَلَ بِالْمَقَامِ الْأَعْلَى، وَدَنَا فَتَدَلّى أُلْهِمَ أَنْ يَقُولَ التّحِيّاتُ لِلّهِ إلَى قَوْلِهِ الصّلَوَاتُ لِلّهِ فَقَالَتْ الْمَلَائِكَةُ السّلَامُ عَلَيْك أَيّهَا النّبِيّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَقَالَ السّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصّالِحِينَ فَقَالَتْ الْمَلَائِكَةُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنّ مُحَمّدًا رَسُولُ اللهِ .

روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ براق پر سوار ہو کر فرشتوں کے پاس سے گزرے، جن میں سے کچھ قیام میں تھے کچھ رکوع میں کچھ سجود میں کچھ بیٹھے تھے اور سب ہی نماز میں مشغول تھے، پس یہ تمام حالتیں آپ ﷺ کی نماز میں شامل کر دی گئیں اور جب آپ مقام اعلیٰ پر پہنچے اور قریب ہوئے تو آپ پر وحی کی گئی کہ آپ اس طرح کہیں: "التحیات للہ ..الخ" تو فرشتوں نے کہا: "السلام علیک ایھا النبی ..الخ" تو آپ نے کہا: "السلام علینا وعلی ...الخ" تو فرشتوں نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ ..الخ"۔

اسکے بعد اسے امام ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری، عز الدین ابن الاثیر (المتوفی:631ھ) نے اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" (1/652-653) میں ذکر کیا، اور اسے کسی کی جانب منسوب نہیں کیا، بلکہ صرف اتنا کہا کہ: وَقَدْ رَوَى حَدِيثَ الْمِعْرَاجِ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ.

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے معراج کی حدیث روایت کی ہے صحیح سندوں کے ساتھ۔

لیکن نہ تو وہ اسانید ذکر کیں جنہیں وہ صحیح قرار دے رہے ہیں نہ ہی صحابہ کرام کے نام لئے کے جن سے واقعہ معراج منقول ہے، نہ ہی کسی محدث کا حوالہ دیا کہ فلاں محدث نے یہ روایت نقل کی ہے۔

اس کے بعد واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے انہوں نے یہ الفاظ ذکر کئے: فَلَمْ أَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى وَصَلْتُ إِلَى الْعَرْشِ، فَاتَّضَحَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ الْعَرْشِ، وَكَلَّ لِسَانِي مِنْ هَيْبَةِ الرَّحْمَنِ، ثُمَّ أَنْطَقَ اللَّهُ لِسَانِي فَقُلْتُ: التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، وَفَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ وَعَلَى أُمَّتِي فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَمْسِينَ صَلَاةً. وَرَجَعْتُ إِلَى جِبْرَائِيلَ..

میں عرش تک پہنچا تو عرش کے پاس ہر شے واضح ہوگئی اور میری زبان رحمٰن کی ہیبت سے بوجھل ہو چکی تھی پھر اللہ نے میری زبان جاری کی تو میں نے کہا: "التحیات المبارکات والصلوات الطیبات للہ" اور اللہ نے مجھ پر اور میری امت پر ہر دن ورات میں پانچ نمازیں فرض کیں، اور میں جبریل کے پاس لوٹ آیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسکے بعد اسے امام شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قِزاُوغلی بن عبد اللہ المعروف بسبط ابن الجوزی (المتوفیٰ:654ھ-) نے اپنی کتاب "مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان"3/141) میں ذکر کیا اور اسے ثعلبی کی جانب منسوب کیا۔

اسکے بعد اسے امام جمال الدین السرمری (المتوفیٰ:776ھ) نے اپنی کتاب "خصائص سید العالمین وما له من المناقب العجائب على جميع الانبياء عليهم السلام" (ص:525) میں ذکر کیا اور اسے ثعلبی کی جانب منسوب کرتے ہوئے کہا:وقد رواه الإمام أبو إسحاق الثّعلبي في تفسيره وساق طرقه ولخّص المتن تلخيصاً حسناً أدخل حديث بعض الرواة في بعض.

اسے امام ابو اسحاق الثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، اور انہوں نے اسکے مختلف طرق بھی بیان کئے ہیں، اور متن کی خوبصورت تلخیص کی ہے، اور بعض رواۃ کی حدیث کو دیگر بعض رواۃ کی حدیث میں داخل کر دیا ہے۔

امام محمد بن عبد اللطیف بن عبد العزیز، ابن فرشتا، المعروف بابن الملک الکرمانی (المتوفیٰ:854ھ-) نے اپنی کتاب "شرح مصابیح السنۃ للامام البغوی" (2/24،رقم:644 میں کہا: رُوي: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لمَّا عرج إلى السماء أَثْنَى على الله بهذه الكلمات، فقال الله تعالى: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقال عليه الصلاة والسلام: "السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين"، فقال جبرائيل: أشهد أن لا إله إلا الله. . . إلخ.

روایت کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کو جب معراج کروائی گئی تو آپ نے ان کلمات کے ساتھ اللہ کی ثناء بیان کی، "التحیات للہ...الخ" تو اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "السلام علیک ایھا النبی....الخ" پھر جبریل نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ...الخ"۔

عبد الرحمن بن عبد السلام بن عبد الرحمن بن عثمان الصفوري الشافعي (المتوفیٰ:894ھ) نے اپنی کتاب "نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس"2/117) میں کہا:
قال العلائي.....وقلت التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله فقال السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته فقلت السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين فقال جبريل أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد رسول الله.

صلاح الدین العلائی (المتوفیٰ:761ھ) نے کہا کہ: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے کہا: "التحیات المبارکات الوصلوات الطیبات للہ" تو اللہ تعالیٰ نے کہا: "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" تو میں نے کہا: "السلام علینا و علی عباد اللله الصالحین" تو جبریل نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ"۔

ملا علی القاری الہروی نے اپنی کتاب "شرح الشفا"1/347) میں لکھا ہے:
كما روي أنه صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة الإسراء لما وصل إلى مقام الانتهاء وقال التحيات لله والصلوات والطيبات وبالغ في الثناء قال الله تعالى السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ فأجابه صلى الله تعالى عليه وسلم بقوله اللهم أنت السلام ومنك السلام وإليك يرجع السلام السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين فقالت الملائكة أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

جیسا کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی ﷺ شب معراج جب مقام انتہاء کو پہنچے تو کہا: "التحیات للہ..الخ" اور خوب ثناء بیان کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "السلام علیک..الخ" تو نبی ﷺ نے اسکے جواب میں کہا: "السلام علینا...الخ" تو فرشتوں نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ...الخ"۔

تحقیق: سند و متن دونوں اعتبار سے یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔

سند کے اعتبار سے پہلی سند کی تحقیق:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثعلبی سے پہلے اسے کسی نے ذکر نہیں کیا، اور ثعلبی کے بعد اسے جس نے بھی ذکر کیا اس نے اسے ثعلبی کی جانب ہی منسوب کیا، یا کسی کی بھی جانب منسوب نہیں کیا۔ نیز ہم نے اس روایت کے جسقدر مخرجین کے نام ذکر کیئے ہیں ان میں سے ثعلبی کے علاوہ کسی نے بھی اسکی سند ذکر نہیں کی۔

اسکی پہلی علت:

ثعلبی نے اسکی دو سندیں ذکر کی ہیں، پہلی سند امام زہری سے شروع ہوتی ہے جنکی وفات 242 ہجری ہے جبکہ خود ثعلبی کی وفات 427 ہجری ہے، جبکہ اسکا سن پیدائش معلوم نہ ہو سکا، اگر ہم ثعلبی کی عمر 20 سال فرض کر لیں تو سن پیدائش 317 ہجری بنتا ہے، اس حساب سے ثعلبی اور امام زہری کے درمیان تقریباً 70 سال کا فرق آجاتا ہے، جبکہ درمیان کی سند غائب ہے۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں روایت حدیث کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر کے آغاز میں ہی اپنی تمام اسانید ذکر کر دی ہیں، پھر پوری تفسیر میں ان اسانید کی جانب اشارے دیئے ہیں اور جن روایات کی اسانید شروع میں ذکر نہیں کیں، انکے مخرجین کا نام لے دیا ہے، یا اسی مقام پر مکمل سند ذکر کر دی ہے۔ لیکن ہماری زیر بحث روایت کی جانب فقط اشارہ کیا کہ اسے امام زہری نے روایت کیا ہے، اور آگے کی سند ذکر کر دی لیکن امام زہری تک اپنی سند ذکر نہیں کی، جبکہ دیگر بہت سے مقامات پر زہری تک اپنی اسانید ذکر کی ہیں۔

اسکی دوسری علت:

ثعلبی نے مختلف رواۃ کی احادیث کو خلط ملط کر دیا ہے، جیسا کہ خود ثعلبی نے روایت سے پہلے کہا، اور علامہ جمال الدین السرمری نے ثعلبی کے اس بیان کی وضاحت میں کہا، لہذا یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ "التحیات للہ... الخ" والے الفاظ کس روایت کے ہیں، اسکی سند کونسی ہے، جو دو اسانید انہوں نے ذکر کی ہیں انہی میں سے کوئی ایک سند ہے یا ان میں سے کوئی بھی ان الفاظ کی سند نہیں بلکہ ان دو کے علاوہ کوئی اور ہی سند ہے جو ثعلبی نے سرے سے ذکر ہی نہیں کی۔

دوسری سند کی تحقیق:

ثعلبی نے جس جگہ متن نقل کیا ہے وہاں سند کی جانب محض اشارہ کیا ہے کہ "روی السدی عن محمّد بن السائب عن باذان عن ابن عبّاس عن النبي صلّی اللہ علیہ وسلّم" لیکن اپنی تفسیر کے شروع میں اسکی مکمل سند ذکر کی ہے جو ہم نقل کر آئے ہیں، ثعلبی کی بیان کردہ یہ سند بھی مجاہیل اور ضعفاء سے پر ہے، لہذا، یہ سند ہی اس روایت کے من گھڑت ہونے کی کافی دلیل ہے، اختصار کے پیش نظر ہم صرف اسکی تین علتیں بیان کریں گے۔

اسکی پہلی علت: محمد بن مروان السدی (المتوفی: 186ھ) ہے، اسکے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ملاحظہ ہوں:

جریر بن عبدالحمید نے کہا: کذاب یحیی بن معین نے کہا: لیس بشیء یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: کچھ بھی نہیں ہے۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ضعیف ہے، غیر ثقہ ہے۔ صالح بن محمد الحافظ البغدادی نے کہا: ضعیف ہے، حدیث گڑھتا تھا۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: ذاہب الحدیث ہے، متروک الحدیث ہے، اسکی حدیث بالکل نہ لکھی جائے۔

بخاری نے کہا: اسکی حدیث بالکل نہیں لکھی جائے۔ نسائی نے کہا: متروک الحدیث، ثقہ نہیں ہے، نہ ہی اسکی حدیث لکھی جائے۔ (تہذیب الکمال، 393/26)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ جرح صرف ایک جھلک ہے، اگر مزید نقل کیا جائے تو اسکے لئے کئی صفحات درکار ہیں۔

دوسری علت:

محمد بن السائب الکلبی (المتوفیٰ:246ھ) سلیمان بن طرخان نے کہا: کوفہ میں دو جھوٹے تھے، ان میں سے ایک الکلبی ہے۔

لیث بن ابی سلیم نے کہا: کوفہ میں دو کذاب تھے، کلبی اور سدی یعنی محمد بن مروان۔

یحیی بن معین نے کہا: کچھ بھی نہیں ہے، ضعیف ہے۔

بقول سفیان الثوری خود کلبی نے کہا: میں نے جو بھی ابوصالح عن ابن عباس روایت کیا وہ جھوٹ ہے تم اسے روایت نہ کرو۔

قرۃ بن خالد نے کہا: وہ (یعنی ائمہ جرح و تعدیل) کہتے تھے کہ کلبی جھوٹ کہتا ہے۔

ابو حاتم نے کہا: سب لوگ اسکی حدیث کو ترک کردینے پر متفق ہیں، اس کے ساتھ مشغول نہ ہوا جائے، ذاہب الحدیث ہے۔ (تہذیب الکمال، 248/26)

یہ بھی اس پر جرح کی صرف جھلک ہے مکمل جرح کے لئے کئی صفحات درکار ہیں۔

اسکی تیسری علت:

ابوصالح مولیٰ ام ہانی ہے، جسے باذان لکھا جاتا ہے، کبھی باذام اور کبھی ذکوان۔ (تہذیب الکمال، 33/24

امام احمد نے کہا: ابن مہدی نے ابوصالح کی حدیث کو ترک کردیا تھا۔

یحیی بن معین نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، اور جب اس سے کلبی روایت کرے تو وہ کچھ بھی نہیں۔ ابو حاتم نے کہا: اسکی حدیث لکھی جائے لیکن اس سے دلیل نہ لی جائے۔

نسائی نے کہا: ثقہ نہیں ہے۔

ابن عدی نے کہا: عام طور پر تفسیر روایت کرتا ہے، اور اسکی مرفوع روایات بہت کم ہیں، ابن ابی خالد نے اس سے ایک جزء کے بقدر تفسیر روایت کی ہے، جس پر دیگر مفسرین نے اسکی متابعت نہیں کی، نہ ہی میں متقدمین میں سے کسی کو جانتا ہوں جو اس سے راضی ہو۔ (تہذیب الکمال، 7/4)

علی بن مسہر نے ابوجناب سے نقل کرتے ہوئے کہا: ابوصالح نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں نے کلبی پر ذرہ بھی تفسیر نہیں پڑھی۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، 271/7)

اس روایت کے متعلق علماء کرام کے تبصرے: بقول علامہ سیوطی حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "اسباب النزول" (1/209-210) میں (السدی عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس) اس سند پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: أبو صالح ضعيف والكلبي متّهم، ومحمد بن مروان السدّي الصغير كذّاب.. قال: وهذا الإسناد سلسلة الكذب لا سلسلة الذهب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو صالح ضعیف ہے،اور کلبی متہم ہے اور محمد بن مروان السدی الصغیر کذاب ہے ..اور یہ سلسلہ کذب ہے نہ کہ سلسلہ ذہب۔(الزیادات علی الموضوعات للسیوطی،2/767؛ تدریب الراوی،1/198؛ نیز خود علامہ سیوطی نے اس سند کو" اوھیٰ الاسانید "یعنی سب سے کمزور سند قرار دیا ہے۔(ایضاً)

نیز علامہ زین الدین المناوی نے بھی اسے سب سے کمزور سند قرار دیا ہے۔(الیواقیت والدرر فی شرح نخبۃ ابن حجر،2/62)

علامہ انور شاہ کشمیری نے کہا: وذكر بعض الأحناف قال رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - في ليلة الإسراء: التحيات لله إلخ، قال الله تعالى: السلام عليك أيها النبي إلخ، قال رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: السلام علينا وعلى عباد: الله، إلخ، ولكني لم أجد سند هذه الرواية.

بعض احناف نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں کہا:"التحیات للہ..الخ"تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"السلام علیک..الخ"تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:"السلام علينا وعلى عبا الله ..الخ"لیکن مجھے اس روایت کی سند نہیں مل سکی۔(العرف الشذي شرح سنن الترمذي،1/283)

التحیات....کے کلمات کا صحیح پس منظر

صحیح ترین روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ التحیات کے کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسوقت سکھائے جب آپ نے دیکھا کہ وہ نماز کے دوران فرشتوں کا نام لے کر ان پر سلام پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی "السلام علی اللہ "یعنی "اللہ تعالیٰ پر سلامتی ہو" بھی کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح کی اور انہیں التحیات سکھائی،چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: السَّلاَمُ عَلَى اللَّهِ قَبْلَ عِبَادِهِ، السَّلاَمُ عَلَى جِبْرِيلَ، السَّلاَمُ عَلَى مِيكَائِيلَ، السَّلاَمُ عَلَى فُلاَنٍ وَفُلاَنٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ"إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلاَمُ، فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلاَةِ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، فَإِنَّهُ إِذَا قَالَ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ بَعْدُ مِنَ الكَلاَمِ مَا شَاءَ "

جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم اس طرح کہتے تھے:اللہ پر سلام ہو اسکے بندوں سے پہلے،جبریل پر سلام ہو،میکائیل پر سلام ہو،فلاں،فلاں پر سلام ہو،پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ہماری جانب متوجہ ہو کر فرمانے لگے:اللہ خود سلام ہے،جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھا ہو تو اس طرح کہے:"التحیات للہ...الصالحین"جب وہ اس طرح کہے گا تو اس نے آسمان و زمین میں موجود ہر نیک بندے پر سلام بھیج دیا،"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ"پھر وہ جو چاہے دعا کرے۔(صحیح بخاری:)

ایک روایت میں مزید صراحت ہے کہ التحیات کے الفاظ کس موقع پر پڑھنے ہیں،چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:كُنَّا لَا نَدْرِي مَا نَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ أَنْ نُسَبِّحَ وَنُكَبِّرَ وَنَحْمَدَ رَبَّنَا، وَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ فَوَاتِحَ الْخَيْرِ وَخَوَاتِمَهُ، فَقَالَ: " إِذَا قَعَدْتُمْ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، فَقُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَلْيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَلْيَدْعُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم نہیں جانتے تھے کہ ہر دو رکعات میں ہم کیا کہیں سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کی تسبیح و تکبیر اور حمد بیان کرتے تھے، اور محمد ﷺ کو خیر کی کنجیاں اور خیر کے بند عطا کئے گئے، تو آپ نے فرمایا: جب تم دو رکعت پڑھ کر بیٹھو تو اس طرح کہو: "التحیات للہ.......ورسولہ" اور جو دعا اسے پسند ہو اللہ عزو جل سے وہی دعا کرے۔ (سنن نسائی: ، علامہ البانیؒ نے اسے صحیح کہا)

نیز ایک حدیث میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ تشہد میں بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے التحیات ...الخ کے کلمات پڑھنے ہیں، چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ الاشعریؓ نے کہا کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا. فَقَالَ: " إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذْ قَالَ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} فَقُولُوا: آمِينَ، يُجِبْكُمُ اللهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ، وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ "، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُولُوا: اللهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ " فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ: التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، پس آپ نے ہمیں ہماری نماز کی ترکیب کی تعلیم دی، ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اپنی صفیں باندھ لو پھر ایک شخص تمہاری امامت کروائے، جب وہ تکبیر کہہ دے پھر تم تکبیر کہو، اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا، پھر جب وہ تکبیر کہے اور رکوع میں جائے تو پھر تم تکبیر کہو اور رکوع میں جاؤ، کیونکہ امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا، اور تم سے پہلے اٹھے گا، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے بدلے ہے، اور جب وہ کہے: سمع اللہ لمن حمدہ، تو تم کہو: ربنا و لک الحمد، اور جب وہ تکبیر کہے اور سجدے میں چلا جائے پھر تم تکبیر کہو اور سجدے میں جاؤ، کیونکہ امام تم سے پہلے سجدے میں جائے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور جب وہ قعدہ میں بیٹھا ہو تو سب سے پہلے تم یہ کہو: التحیات للہ.... رسولہ۔ (صحیح مسلم، باب التشہد فی الصلاۃ، حدیث 901)

نیز رسول اللہ ﷺ وقتاً فوقتاً ان کلمات کی باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَكَانَ يَقُولُ: التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ، الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ.

رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد سکھاتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے، آپ فرماتے: التحیات للہ ... رسول اللہ۔ (صحیح مسلم، باب التشہد فی الصلاۃ، حدیث 901)

معراج کے موقع پر کیا کچھ عطاء کیا گیا؟ نبی کریم ﷺ کو جب معراج پر لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بہت سی کرامتوں سے نوازا جن کا شمار ناممکن ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو آپ کی امت کے لئے جو تحفے دیئے انکی فہرست درج ذیل ہے:

-ہر دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ ہر ایک نماز کا ثواب کم از کم دس گنار کھا گیا۔ -سورۃ البقرۃ کی آخری آیات میں جو مناجات ہیں انہیں قبول کر لیا گیا۔ جس شخص کا خاتمہ شرک سے برائت پر اور عقیدہ توحید پر ہوا اسکی بخشش کا وعدہ کیا گیا۔ -نیکی کا ہر ارادہ بھی ایک نیکی لکھا جائے گا۔ ہر نیکی کا اجر کم از کم دس گنا دینے کا وعدہ کیا- گناہ کا ہر ارادہ گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ -ہر گناہ صرف ایک گناہ ہی لکھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے آداب میرے تسلیمات اللہ کی خدمت میں پیش ہیں اس پر اللہ کا جواب محبت کے ساتھ آتا ہے کہ "السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته"، حضور اقدس ﷺ اگر چاہتے تو اسے خود اپنے لئے مخصوص کر دیتے کہ آپ ہی کو جواب دیا گیا تھا، لیکن ہم گنہ گار اور افراد امت آپکو بھولے نہیں ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی اس سے استفادہ کریں چنانچہ فورا آپ ﷺ جواب دیتے ہیں '' السلام علینا و علی عباد الله الصالحین، سلامتی ہم پر بھی اور ان سارے اللہ کے بندوں پر بھی جو نیک ہیں۔ اس چیز کو مسلمانوں نے اپنی عبادت کے اندر شامل کر لیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرنے اور نمونہ کے طور پر کیونکہ سلام تب ہوتا ہے جب دو آمنے سامنے ہوں۔ ہم اللہ کو ''التحیات الله'' کہتے ہیں تو تصور یہ ہے کہ اللہ موجود ہے جو اپنی مہربانی سے ہمیں اپنے حضور قبول کرتا ہے۔ یہ ہے اسلامی عبادات نماز، جس کے عناصر ہمیں بتاتے ہیں، جو دوسری ساری کائنات کی عبادتوں پر افضلیت۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے، میں ساری

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا، الْمُقْحِمَاتُ.

پس رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں: پانچ نمازیں دی گئیں، اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات دی گئیں، اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کے کبیرہ گناہوں کی بخشش کر دی گئی جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا۔ (صحیح مسلم، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ و فرض الصلوٰت، حدیث 418)

نیز سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ رسول للہ ﷺ نمازوں میں تخفیف کے لئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پاس آتے جاتے رہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَبَيْنَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً.

میں مسلسل اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا حتی کہ اللہ نے فرمایا: اے محمد، ہر دن ورات میں یہ نمازیں پانچ ہیں، اور ہر نماز کے بدلے دس نمازیں ہیں، پس یہ پچاس نمازیں ہوئیں، اور جو کسی نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اس پر عمل نہیں کرے گا تو اسکی ایک نیکی لکھی جائیگی، پھر اگر وہ اس پر عمل کر لیتا ہے تو اسکی دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور جو کسی گناہ کا ارادہ کرے گا لیکن اس پر عمل نہیں کرے گا اسکا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا، پھر اگر وہ اس پر عمل کر لیتا ہے تو اسکا صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ (صحیح مسلم، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ و فرض الصلوات، حدیث 418)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چیزیں بیان کئے بغیر چند الفاظ حج کے متعلق بیان کروں گا۔ اور پھر آخری چیز احسان کے متعلق بیان کر کے اسے ختم کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

کسی اور مذہب میں حج جیسی چیز نہیں پائی جاتی!

حج کے متعلق، حج ایک سیاحت کی سی صورت ہے لوگ جاتے ہیں ایک نئے مقام کو اور جس طرح کسی اور مقام کی سیاحت کر کے اسے لطف اندوز ہوتے ہیں وہاں بھی جاتے ہیں، لیکن اس کے رمزی معانی بے حد ہیں۔ اس پر غور فرمائیں آپ کو محسوس ہو گا کہ کسی اور مذہب میں ایسی چیز نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں'' اسماء اللہ الحسنی ''ننانوے ناموں سے آپ واقف بھی ہیں۔ ننانوے اچھے ناموں میں سے دو نام جو سب سے زیادہ انسان اور اللہ کے تعلقات کی نمائندگی کرتے ہیں، وہ ہیں لفظ ملک، بادشاہ، اللہ بادشاہ ہے ہم اس کے غلام ہیں، جب ایک مرتبہ اس لفظ کو اختیار کر لیا گیا تو قرآن مجید میں الملک القدوس کہہ کر خدا کو بادشاہ قرار دیا ہے۔ تو اس کے نتائج کو بھی قبول کر لیں۔ بادشاہ کے پاس کیا ہوتا ہے؟ تخت ہوتا ہے، قرآن میں ایک جگہ آیا ہے کہ اللہ کا تخت عرش ہے۔ بادشاہ کے پاس اور کیا چیزیں ہوتی ہیں؟ فوجیں ہوتی ہیں، اس کا بھی ذکر ہے کہ اللہ کے پاس آسمان اور زمین کی فوجیں ہوتی ہیں۔ اس کا بھی ذکر ہے کہ اللہ کے پاس آسمان اور زمین کی فوجیں ہیں۔ اور کیا ہوتا ہے؟ خزانے ہوتے ہیں، اس کا بھی قرآن میں ذکر ہے کہ زمین اور آسمان کے خزانے اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور کیا ہوتا ہے؟ بادشاہ کے پاس ملک ہوتا ہے اس کا بھی ذکر ہے کہ زمینوں اور آسمانوں کا ملک اللہ ہی کے لئے ہے۔

حجر اسود[1] زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے!

[1] عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض یصافح بھا عبادہ۔؛ تاریخ بغداد ، 328/6

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حجر اسود: وہ ہے جو کعبہ کے جنوب مشرقی کنارے میں باہر کی جانب منصوب ہے اور اس کے ارد گرد چاندی سے گھیرا ہوا ہے، اور طواف کے ابتدا کرنے کی جگہ ہے اور یہ پتھر زمین سے ڈیڑھ میٹر بلند ہے۔ اور سوال میں جو مقالہ ذکر کیا گیا ہے اس میں کچھ تو حق ہے اور اس کے صحیح دلائل ملتے ہیں، اور کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ملتی۔

اللہ تعالی نے حجر اسود جنت سے اتارا تو یہ دودھ سے بھی سفید تھا اور اولاد آدم کی خطاؤں اور گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے، اور روز قیامت حجر اسود آئے گا تو اس کی دو آنکھیں ہونگی ان سے دیکھے گا اور زبان ہو گی جس سے بولے گا اور جس نے بھی اسے حق کے ساتھ استلام کیا اس کی گواہی دے گا، اور اسے چھونا یا اس کا بوسہ لینا یا اس کی طرف اشارہ کرنے سے طواف کی ابتداء ہوتی ہے چاہے وہ طواف حج کا ہو یا عمرہ کا یا نفلی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حجر اسود کا بوسہ لیا تھا اور ان کی اتباع میں امت محمدیہ بھی اس کا بوسہ لیتی ہے، اگر بوسہ نہ لیا جاسکے تو اسے ہاتھ یا کسی چیز سے چھو کر اسے چوما جائے، اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور اللہ اکبر کہے، اور حجر اسود کو چھونے سے غلطیاں ختم ہوتی ہیں

دوم : اور قرامطیوں کا حجر اسود چوری کرنا اور اسے ایک لمبی مدت تک اپنے پاس رکھنا صحیح ہے اور تاریخی طور پر اس کا ثبوت ملتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی 278 ھجری کے واقعات میں لکھتے ہیں:

اور اس برس میں قرامطی حرکت میں آئے، اور یہ فرقہ ملاحدہ اور زندیقوں میں سے ہے اور فرس میں سے فلسفیوں کا پیروکار ہے جو زردشت اور مزدک کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں، اور یہ دونوں حرام اشیاء کو مباح قرار دیتے تھے۔ پھر وہ ہر باطل کی طرف بلانے والے کے پیروکار ہیں، اور ان میں اکثر رافضیوں کی جانب سے اس طرف آتے ہیں اور وہی باطل میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں میں یہی لوگ سب سے کم عقل ہیں اور انہیں اسماعیلی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسماعیل الاعرج بن جعفر الصادق کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اور انہیں قرامطہ کہا جاتا ہے: کہا جاتا ہے کہ قرمط بن اشعث البقار کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے قرامطہ کہا جاتا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا قائد اپنے پیروکاروں کو سب سے پہلے جس چیز کا حکم دیتا تھا وہ یہ تھا کہ وہ ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں ادا کرے اور اس میں اس کا مقصد یہ تھا انہیں مشغول رکھے اور خود چالیں چلتا رہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ فرقہ اور گروہ اس سال حرکت میں آیا، اور پھر ان کا معاملہ بڑھتا ہی چلا گیا اور حالات بھی ان کے موافق ہو گئے۔ جیسا کہ ہم بیان بھی کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حتی کہ حالات ان کے موافق ہوگئے اور یہ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجاج کرام کو مسجد کے اندر کعبہ کے ارد گرد قتل کیا اور حجر اسود کو توڑا اور اکھاڑ کے 317 ھجری میں اپنے ساتھ اپنے ملک لے گئے، اور یہ پتھر 339 ھجری تک ان کے پاس ہی رہا اور بیت اللہ میں اپنی جگہ سے بائیس برس تک غائب رہا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھیں: البدایۃ والنھایۃ (11 / 72-73)۔

اور علامہ ابن جوزیؒ۔۔ المنتظم۔۔ میں لکھتے ہیں: قال ابن الجوزي بسنده إلى أبي الحسين عبد الله بن أحمد بن عياش القاضي، قال: أخبرني بعض أصحابنا: أنه كان بمكة في الوقت الذي دخلها أبو طاهر القرمطي ونهبها وسلب البيت وقلع الحجر الأسود والباب، وقتل المسلمين في الطواف، وفي المسجد، وعمل تلك الأعمال العظيمة، قال: فرأيت رجلاً قد صعد البيت؛ ليقلع الميزاب، فلما صار عليه سقط، فاندقت عنقه، فقال القرمطي: لا يصعد إليه أحد ودعوه، فترك الميزاب، ولم يقلع، ثم سكنت الثائرة بعد يوم أو يومين، قال: فكنت أطوف بالبيت فإذا بقرمطي سكران، وقد دخل المسجد بفرسه، فصفر به حتى بال في الطواف، وجرد سيفه ليضرب به من لحق وكنتُ قريبًا منه، فعدوت، فلحق رجلاً كان إلى جنبي فضربه فقتله، ثم وقف وصاح: يا حمير، أليس قلتم في هذا البيت من دخله كان آمنًا، وقد قتلته الساعة بحضرتكم ؟

حجر اسود کی اہمیت کیا ہے ؟ حجر اسود کے بارہ میں چند ایک احادیث اور مسائل آئے ہیں جنہیں ہم سائل کے لیے ذکر کرتے ہیں ہو سکتا ہے اللہ تعالی اسے ان سے نفع دے:

1 - حجر اسود اللہ تعالی نے زمین پر جنت سے اتارا ہے۔ ابن عباس رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(حجر اسود جنت سے نازل ہوا)۔ سنن ترمذي حدیث نمبر (877) سنن نسائی حدیث نمبر (2935) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے اسے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

2- حجر اسود دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا جسے اولاد آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے:

ابن عباس رضي اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(حجر اسود جنت سے آیا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور اسے بنو آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے)۔

سنن ترمذي حدیث نمبر (877) مسند احمد حدیث نمبر (2792) اور ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ (4 / 219) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے فتح الباری (3 / 462) میں اس کی تقویت بیان کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا- شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں : مرقاۃ میں کہتے ہیں کہ: یعنی بنی آدم کے چھونے کی بنا پر ان کے گناہوں کے سبب سے سیاہ ہو گیا، اور ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا جائے، جبکہ اس میں نہ تو عقل اور نہ ہی نقل مانع ہے۔ دیکھیں تحفۃ الاحوذی (3 / 525)۔

ب- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کا کہنا ہے:

اوپر گزری ہوئی حدیث پر بعض ملحدین نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرکوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کیسے کر دیا اور مؤحدین کی اطاعات نے اسے سفید کیوں نہیں کیا؟ جواب میں وہ کہا جاتا ہے جو ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالی نے کہا ہے: اگر اللہ تعالی چاہتا تو اس طرح ہو جاتا، اللہ تعالی نے یہ طریقہ اور عادت بنائی ہے کہ سیاہ رنگا ہو جاتا ہے اور اس کے عکس نہیں ہو سکتا۔

ج- اور محب الطبری کا کہنا ہے کہ: سیاہ رنگ میں اہل بصیرت کے لیے عبرت ہے وہ اس طرح کہ اگر گناہ سخت قسم کے پتھر پر اثر انداز ہو کر اسے سیاہ کر سکتے ہیں تو دل پر ان کی اثر ہونا زیادہ سخت اور شدید ہو گا۔ فتح الباری (3 / 463)۔

3- حجر اسود روز قیامت ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حق کے ساتھ استلام کیا۔ ابن عباس رضي اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارہ میں فرمایا

اللہ کی قسم اللہ تعالی اسے قیامت کو لائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہونگی جن سے یہ دیکھے اور زبان ہو گی جس سے بولے اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حقیقی استلام کیا۔

سنن ترمذي حدیث نمبر (961) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2944) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (3 /462) میں اس کی تقویت بیان کی ہے۔

4- حجر اسود کا استلام یا بوسہ یا اس کی طرف اشارہ کرنا:

یہ ایسا کام ہے جو طواف کے ابتدا میں ہی کیا جاتا ہے چاہے وہ طواف حج میں ہو یا عمرہ میں یا پھر نفلی طواف کیا جا رہا ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اس کے دائیں جانب چل پڑے اور تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار میں آرام سے چلے۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (1218)۔

حجر اسود کا استلام یہ ہے کہ اسے ہاتھ سے چھوا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی ملک بہت وسیع ہو تو بادشاہ کے رہنے کے لیے پائے تخت کا ہونا ضروری ہے اور پائے تخت کے لئے انگریزی لفظ ہے Meatropole اس کا لفظی معنی ہے شہروں کی ماں۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ یہی لفظ

5-نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور امت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اسے چومتی ہے۔
عمر رضي الله تعالی عنہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اسے بوسہ دے کر کہنے لگے: مجھے یہ علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نفع دے سکتا اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (1250) صحیح مسلم حدیث نمبر (1720)۔
6-اگر اس کا بوسہ نہ لیا جاسکے تو اپنے ہاتھ یا کسی اور چیز سے استلام کر کے اسے چوما جاسکتا ہے۔
ا-نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضي الله تعالی عنہما نے حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اپنے ہاتھ کو چوما، اور فرمانے لگے میں نے جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اسے نہیں چھوڑا۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (1268)۔
ب-ابو طفیل رضي الله تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور حجر اسود کا چھڑی کے ساتھ استلام کر کے چھڑی کو چومتے تھے۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (1275)۔ المحجن: اس چھڑی کو کہتے ہیں جو ایک طرف سے ٹیڑھی ہو۔
7-اگر استلام سے بھی عاجز ہو تو اشارہ کرے اور اللہ اکبر کہے:
ابن عباس رضي الله تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر طواف کیا تو جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (4987)۔
8-حجر اسود کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے: ابن عمر رضي الله تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (959) امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے (1 / 664) صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔
اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ حجر اسود کے قریب کسی دوسرے مسلمان کو دھکے مار کر تکلیف پہنچائے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارہ میں فرمایا ہے: (کہ وہ ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے بھی اس کا حقیقی استلام کیا)۔ اے اللہ کے بندو جس نے بھی اس کا استلام کیا وہ کسی کو ایذاء نہ دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں بھی استعمال کیا "ام القری" شہر مکہ کے نام کے ایک نام کے طور پر۔ مکہ شہروں کی ماں ہے یعنی اس سلطنت کا پائے تخت۔ پائے تخت میں بادشاہ کے رہنے کے لئے ایک محل چاہیے۔ اس کا بھی قرآن میں ذکر ہے بیت اللہ الحرام اللہ کا گھر۔ جب کوئی حکومت بادشاہانہ قسم کی ہوتی ہے، انسانی تعلیم بتاتی ہے کہ رعیت کے نمائندے اپنے گھروں سے نکل کر پائے تخت کو جاتے ہیں۔ بادشاہ کے محل کے سامنے حاصل آتے ہیں اور بادشاہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی اطاعت کا یقین دلاتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں تو نہیں ہے، لیکن حدیث میں آتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث جس کی کم سے کم چھ صحابیوں نے روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ عجیب و غریب ہیں، وہ یہ ہیں کہ " الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض"[1] حجر اسود زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے جب contex میں سیاق و سباق میں، میں نے ابھی آپ سے بیان کیا کہ اللہ جل جلالہ ایک بادشاہ ہے، اس کی ایک سلطنت ہے اس کا ایک پائے تخت ہے۔

اسکا محل ہے، اور اس کے پاس مطیع رعیت بیعت کرنے کے لئے آتی ہے۔ تو اللہ کے دائیں ہاتھ کی ضرورت ہے تاکہ لوگ بیعت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ایک نظر نہ آنے والی ذات ہے لہذا سول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حجر اسود اللہ کا دایاں ہاتھ ہے زمین پر زمین والوں کے لئے۔ چنانچہ ہمارے حاجی اس پر اپنا ہاتھ اس پر رکھتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں، یہ بیعت دینے کا پرانا طریقہ ہے۔ ایک اور چیز! جب بادشاہ اپنی رعیت کی وفاداری پر مطمئن ہو جاتا ہے تو سب سے بڑا اعزاز عطا کر سکتا ہے اس مطیع اور قابل اعتماد رعیت کے لئے۔ وہ یہ ہے کہ اس کو اپنے گھر کا پاسبان مقرر کر دے کیونکہ اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ بادشاہ کی ذات اور بادشاہ کا مال اس اس

---

[1] الطبرانی، ابو القاسم سلیمان ابن احمد، المعجم الکبیر، پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور، ص 179؛ مصنف عبد الرزاق، کتاب فضل الحجر الاسود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنتری کے رحم وکرم پر ہونا چاہیے یہ ہے طواف۔ جب حاجی اپنی بیعت کے ذریعے سے حجر اسود پر بوسہ دینے کی نیت سے اپنی اطاعت کا اپنے خلوص کا اللہ کو اطمینان دلاتا ہے تو اسے اجازت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی پاسبانی کرو چوبیس گھنٹے اس کی اطاعت میں گھومتے رہو، انسان کے بس میں یہ نہیں ہے۔ لہذا سات طواف کو چن لیا گیا ہے اور سات کا ہندسہ ایک رمز ہے ابدیت اور دوام کے لئے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی حج ایک معمولی ٹورسٹ قسم کا سفر اور سیاحت کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ بہت عمیق روحانی رمزی معانی رکھتا ہے۔

تیسرا سوال احسان[1] کیا چیز ہے؟

میں آخری چیز کی طرف آتا ہوں یہ بہت کم وقت لیگا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا احسان کیا چیز ہے؟ یہ احسان وہی ہے جسے ہم بعض وقت تصوف کا نام دیتے ہیں، بعض

---

[1] الاحسان ضد الاسائۃ احسان "اساءت" یعنی برائی کرنے کی ضد ہے رسول اللہ ﷺ نے احسان کے متعلق سوال کرنے پر اس طرح تفسیر فرمائی: "الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ احسان کے معنی عمل میں نکھار اور خوبصورتی کے ہیں ظاہر و باطن درست ہو۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ الاحسان تحری الحسنیٰ فی الایمان والاسلام: احسان ایمان اور اسلام میں بھلائی طلب کرنا ہے۔ (معجم مقالید فی الحدود والرسوم 209/1)؛ الاصفہانی امام راغب، الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ، باب الایمان والاسلام والتقوی والبر، 140/1 دارالسلام قاہرہ، 1428ھ۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس خطبے میں احسان کو تصوف سے تعبیر کیا ہے احسان کی تعریف میں اخلاص کے دو درجے بیان ہوئے ہیں۔

مشاہدہ: یہ اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کرے کہ باری تعالیٰ نگاہوں کے سامنے ہے یعنی قلب و نظر اس کی طرف لگ جائیں۔

مراقبہ: عبادت گزار عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے کہ اگر میں اللہ تعالی کو نہیں دیکھ سکتا تو اللہ تعالی مجھے ہر آن دیکھ رہا ہے جس عابد کو یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے وہ بھی مخلص بن جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت طریقت کا، بعض وقت سلوک کا نام، بعض وقت کسی اور نام کے ذریعہ اس مقصود کو ادا کرتے ہیں۔ یعنی ہماری ایک روحانی زندگی کے پرکھنے کا طریقہ۔ اس کا جواب رسول اکرم ﷺ نے معجزانہ طور پر مختصر الفاظ میں دیا ہے کہ اس سے بہتر الفاظ میرے ذہن میں تو نہیں۔ وہ کیا تھا جواب؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ تعالیٰ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟ خدا کے حضور کا تصور اپنے آپ میں اتنا ترقی Devlope کر لو مستحکم کر لو کہ واقعی اللہ ہمارے سامنے موجود ہے، ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ پھر کیا یہ ممکن ہو گا کہ ہم اس کی نافرمانی کریں؟ کوئی گناہ کریں؟ آج بھی کسی دکان کا مالک اپنے ملازم کو جو سامان فروخت کرتا ہے، کچھ حکم دے خود موجود رہے اور دیکھے کہ یہ میرے حکم کی تعمیل کرتا ہے کہ نہیں۔ تو کس ملازم کی جرات ہو گی کہ وہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی غفلت کرے۔ اس طرح اگر خدا کے حضور کا تصور، اگر ہم اپنے آپ میں مستحکم کر لیں تو پھر یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، احسان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور اپنے اندر پیدا کر کے اسےDevlope (ترقی دو) کرو۔ یہ چند چیزیں تھیں، جو میرے ذہن میں آئی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر اور جامع تر تعریف اسلام کے دین کی اور نہیں ہو سکتی۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے جو چیزیں بیان فرمائی تھیں، اس کا اگر ہم مقابلہ کریں دوسرے مذہبوں کے اصول اور عناصر سے تو ہمیں اسلام کی فوقیت نظر آسکتی ہے۔ میں اس پر ختم کرتا ہوں میں اس پر اگر آپ میں سے کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں اور جناب صدر اجازت دیں، تو کر سکتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** کثیر الجہات' کثیر التصانیف ہر لحاظ سے خاص امتیازات رکھتے تھے۔ انہوں نے Islamization of Knowledge کا اہم کام سرانجام دیا اور مسلم فکر کو متنوع اور نئی جہات سے متعارف کروایا ہے آپ کی کتاب The Muslim Conduct of state بین الاقوامی قانون ''السیر'' بین الاقوام تعلقات پر نمایاں ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام حسن بن الشیبانی کی تحقیقاتِ علمیہ کو نئے آہنگ و اسلوب کے ساتھ نسل نو کو منتقل کیا' مصادر سیرت کے ابتدائی مسوّدات میں سے سیرت ابن اسحاق' المغازی للواقدی' کتاب الردۃ' میثاق مدینہ کے متون کی تلاش وایڈٹ اور شائع کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیا اور اطلاق سیرت کے خدوخال کو نمایاں کیا' علوم سیرت کی نشاۃ و تدوین کا روحانی و ثقافتی سفر جن ذرائع و مسائل کی مدد سے آگے بڑھا۔ ان میں تصنیفات' مواعظ' دروس' تقاریر' تراجم' مراسلات' خطوط' کتب پر حواشی وتعلیقات' تخریج' تحقیق کے ساتھ اہم روایت ''خطبات'' کی بھی ہے دیگر مشاہیر کے خطبات کے علاوہ ڈاکٹر **محمد حمید اللہ** کے ''خطبات بہاولپور'' مذکورہ خطبات سندھ' جوکہ خطبات بہاولپور کا ہی تسلسل ہے جو ڈاکٹر صاحب کی تعلیمی و تدریسی زندگی کے مطالعات تحقیقات کا نچوڑ ہیں جس میں انہوں نے سیرتی روایت علمی کو نئی جہات سے متعارف کروایا ہے اور سرزمین سندھ کے علمی' روحانی' دینی و مذہبی' ثقافتی' تہذیبی تعلقات کو دیار حرمین و حجاز سے اس طرح ملایا ہے کہ تحقیقات کے نئے افق سامنے آتے ہیں اور روحانی و قلبی وجدان کو جلاء ملتی ہے۔ یہ دراصل ڈاکٹر صاحبؒ کے وہ دو خطبات ہیں جو انہوں نے شعبہ سندھالوجی جامعہ سندھ میں اور بلدیہ حیدر آباد میں ارشاد فرمائے' بعد ازاں قاضی شوکت علی قریشی کی کاوش سے 2011ء/1432ھ میں اشاعت پذیر ہوئے ان خطبات سے سیرت طیبہ ﷺ کے عالمگیریت کے پہلو پر علمی و تحقیقی انداز و اسلوب سے تحقیقات پیش کی گئی ہیں اور سیرت طیبہ ﷺ کے روحانیات کے پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ دیگر مذاہب و ادیان کے ماننے والوں کیلئے بھی روحانی عطر میسر آتا ہے اور بڑی خوش آئند بات ہے کہ ان خطبات کو نئے آہنگ و پیرائے کے ساتھ ڈاکٹر عبدالغفار نے پیش کیا ہے جو ڈائریکٹر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر' یونیورسٹی آف اوکاڑہ ہیں اور مطالعہ سیرت طیبہ ﷺ پر خاص دسترس رکھتے ہیں' مطالعات ڈاکٹر محمد حمید اللہ پر گراں قدر خدمات سرانجام دے چکے ہیں خصوصاً ''خطبات بہاولپور'' کی تحقیق و تخریج' تعلیقات و حواشی ان کا نمایاں کارنامہ ہے جس سے خطبات کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔

خطبات سندھ کو بھی سیرۃ رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر' یونیورسٹی آف اوکاڑہ اور شعبہ مطالعات ادیان و تہذیب وثقافت یونیورسٹی آف سندھ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ میں اس اشاعت پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے تمام انسانیت کے لیے فائدہ مند بنائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز
چیئرمین شعبہ تقابل ادیان واسلامک کلچر
یونیورسٹی آف سندھ جام شورو' سندھ پاکستان

ISBN: 978-627-7710-07-1

زیر اہتمام

شعبہ علوم اسلامیہ وسیرت (رحمۃ للعالمین ﷺ) چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ